۴۷۔ تاریخ کا سبق،ص ۱۳۳ ۔۔۔ ۴۸۔ایضاً،ص ۳۲ ۔۔۔ ۴۹۔ایضاً،ص ۳۶

۵۰۔ ملاحظہ ہو History of Philosophy By; Alfred Weber کا ترجمہ تاریخ فلسفہ از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، مطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالیہ حیدرآباد دکن، جو ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا۔

۵۱۔ اصل کتاب فرانسیسی زبان میں ہے جس کا انگریزی ترجمہ Prof. Frank Thilly نے کیا اور ۱۹۰۸ء میں University of Strasburg سے شائع ہوا بعد ازاں بھی یہ کتاب متعدد بار شائع ہوئی۔ ایک حالیہ اشاعت ۲۰۱۲ء میں سامنے آئی ہے۔

۵۲۔ مطبوعہ لاہور جنوری ۱۹۹۰ء دیکھیے حوالہ نمبر ۲ ۔۔۔ ۵۳۔ The Lessons of History, P-41

۵۴۔ تاریخ کا سبق،ص ۲۷،۲۸ ۔۔۔ ۵۵۔ تاریخ کیا سکھاتی ہے،ص ۳۵

۵۶۔ The Lessons of History, P-67

۵۷۔ تاریخ کا سبق،ص ۸۴ ۔۔۔ ۵۸۔ تاریخ کیا سکھاتی ہے،ص ۷۹

۵۹۔ The Lessons of History, P-22

۶۰۔ تاریخ کا سبق،ص ۳۳ ۔۔۔ ۶۱۔ تاریخ کیا سکھاتی ہے،ص ۳۳

۶۲۔ The Lessons of History, P-100

۶۳۔ تاریخ کا سبق،ص ۱۳۶ ۔۔۔ ۶۴۔ تاریخ کیا سکھاتی ہے،ص ۱۳۴

۶۵۔ The Lessons of History, P-32 ۔۔۔ ۶۶۔ تاریخ کیا سکھاتی ہے،ص ۳۷

۶۷۔ The Lessons of History, P-32

۶۸۔ تاریخ کیا سکھاتی ہے،ص ۳۷

۶۹۔ The Lessons of History, P-99

۷۰۔ تاریخ کیا سکھاتی ہے،ص ۱۳۱

۷۱۔ The Lessons of History, P-99

۷۲۔ تاریخ کیا سکھاتی ہے،ص ۱۲۰ ۔۔۔ ۷۳۔ ایضاً،ص ۹

۷۴۔ تاریخ کا سبق،ص ۷ ۔۔۔ ۷۵۔ ایضاً،ص ۹

۷۶۔ ایضاً،ص ۱۹ ۔۔۔ ۷۷۔ ایضاً،ص ۳۱

۷۸۔ ایضاً،ص ۳۳ ۔۔۔ ۷۹۔ ایضاً،ص ۳۵

۸۰۔ ایضاً،ص ۳۸ ۔۔۔ ۸۱۔ ایضاً،ص ۳۸

۸۲۔ ایضاً،ص ۳۸ ۔۔۔ ۸۳۔ ایضاً،ص ۳۸

۸۴۔ ایضاً،ص ۳۹ ۔۔۔ ۸۵۔ ایضاً،ص ۳۹

۸۶۔ ایضاً،ص ۵۷ ۔۔۔ ۸۷۔ ایضاً،ص ۵۱

۸۸۔ ایضاً،ص ۱۶۰ ۔۔۔ ۸۹۔ ایضاً،ص ۲۰۵

۹۰۔ ایضاً،ص ۲۰۶ ۔۔۔ ۹۱۔ ایضاً،ص ۱۶۱

۹۲۔ ایضاً،ص ۷۲ ۔۔۔ ۹۳۔ ایضاً،ص ۷۳

۹۴۔ ایضاً،ص ۱۵۸ ۔۔۔ ۹۵۔ ایضاً،ص ۱۵۳

التفسیر: مجلس تفسیر، کراچی جلد ۶: شمارہ ۲۰، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۲ء

مسلم عیسائی تعلقات کا تحقیقی جائزہ

(خصوصاً پاکستان کے تناظر میں)

حافظ عقیل احمد، اسسٹنٹ پروفیسر
گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج خانیوال

ABSTRACT:

The history of the world is the evidence of phenomenon that Islam attained remarkable popularity at international level. The chiefest reason of that popularity was the attitude that the Muslims maintained with the people of other religions on the basis of equality. Islam is a complete code of life. In order to practice this particular code of life, the establishment of free, sovereign and powerful state is integral. In modern era, Pakistan was achieved to materialize the very state. From the inception of independence, the people of Pakistan have been rendering exemplary attitude with the people of other religions in general and with The Christians in particular. It is because Christianity is closer to Islam in respect of beliefs and chronological perspectives as compared to other religions. Many valid examples have been quoted in preceding pages to justify the hypothesis of this article. This research article highlights different aspects of Islam which envisage sacred

and practicable teachings and these appear as evidence, that in different periods of history, Pakistan has been an abode where the Christians always lived with the Muslims in harmony and pace.

اسلام ایک عالمگیر دین ہے اور اس قدر وسعت کا حامل ہے کہ رنگ، نسل، زبان اور علاقہ کی بنیاد پر انسانوں میں تفریق نہیں کرتا اس لئے اسلام بحیثیت انسان مسلمانوں اور غیر مسلموں میں کسی قسم کا فرق روا نہیں رکھتا اور نہ ہی کسی قسم کی نفرت اور تعصب کا اظہار کرتا ہے۔ مگر عقیدے کی بنیاد پر ایک مسلمان کسی منکر اور مشرک و کافر سے جدا ہو جاتا ہے اور بنی نوع انسان دو الگ الگ گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں یعنی ملت اسلامیہ اور ملت کفر لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان ایک معاشرے کا فرد بھی ہے اور اس کی معاشرت و معاملات کا انداز ایسا ہے کہ کاروبار زندگی اور معاملات میں قطع تعلق کرنا ناممکن ہے۔

تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ اسلام کو جو عالمی سطح پر مقبولیت عام کا شرف حاصل ہوا اس کی سب سے بڑی وجہ مسلمانوں کا غیر مسلم مذاہب سے مساویانہ حسن سلوک تھا اسلامی حکومت کے قوانین میں غیر مسلم رعایا کو اہل ذمہ کے معزز خطاب سے نوازا جاتا ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ہر قسم کی حفاظت کی ذمہ داری اسلامی ریاست پر ہے۔ مذاہب عالم کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ دیگر الہامی و غیر الہامی مذاہب کے برعکس درج ذیل وجوہات کی بناء پر عیسائیت نسبتاً اسلام کے زیادہ قریب ہے۔

(1) حضرت عیسیٰ کے بعد حضور ﷺ کی بعثت ہوئی گویا حضور ﷺ کی بعثت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت عین الہامی اور اسلامی تھی۔

(2) آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ شام کے سفر پر گئے جب آپ ﷺ بصرہ شہر کے قریب پہنچے تو وہاں ایک نصرانی راہب تھا جس کا نام جرجیس تھا اور بحیرہ راہب کے نام سے مشہور تھا اور نبی آخر الزمان کی جو علامتیں آسمانی کتابوں میں مذکور تھیں ان سے واقف اور باخبر تھا اس لئے اس نے حضور ﷺ پُرنور کی صورت دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی نبی ہیں کہ جن کی کتب سابقہ میں خبر دی گئی ہے۔(1)

(3) پہلی وحی کے موقع پر جب آپ ﷺ غار حرا میں فرشتے سے پہلی ملاقات کے بعد غیر معمولی حالت میں گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو تسلی دی پھر وہ آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں وہ زمانہ جاہلیت میں حقیقی دین مسیح علیہ السلام کے پیروکار تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا" بھائی جان ذرا اپنے بھتیجے کا قصہ سنیئے" ورقہ نے حضور ﷺ سے کہا" بھتیجے تم نے کیا دیکھا آپ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا ورقہ نے کہا یہ وہی ناموس (وحی لانے والا فرشتہ) ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا کاش میں آپ ﷺ کے زمانہ نبوت میں قوی ہوتا۔ کاش میں اس وقت زندہ رہوں جب آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو نکالے گی۔"

آپ ﷺ نے فرمایا" کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے" ورقہ نے کہا" ہاں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص وہ چیز لے کر آیا ہو جو آپ ﷺ لائے ہیں اور اس سے دشمنی نہ کی گئی ہو۔ اگر میں نے آپ ﷺ کا وہ زمانہ پایا تو میں آپ ﷺ کی پُرزور مدد کروں گا مگر زیادہ مدت نہ گزری کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا۔(2)

گویا کہ آپ ﷺ کے نبی ہونے کی تصدیق بھی سب سے پہلے ایک حقیقی پیرو مسیح ہی نے کی۔

(4) آنحضور ﷺ کے دل میں عیسائیت اور عیسائیوں کے بارے میں سب سے زیادہ جذبات ہمدردی موجود تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ سات سال کے تھے کہ آپ ﷺ کی آنکھوں میں کوئی تکلیف پیدا ہوئی اس وقت مکہ طب کا مرکز تھا لیکن اس کے باوجود مکہ کی طبی امداد آپ ﷺ کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکی۔ آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب آپ ﷺ کو ایک عیسائی راہب کے پاس لے گئے جو عکاظ کے قریب ایک خانقاہ میں رہتا تھا اس عیسائی ڈاکٹر کے علاج سے آپ ﷺ کو صحت ہو گئی۔(3)

(5) حضور ﷺ کی مکی زندگی کے دوران ایران اور روم کی جنگ میں مسلمانوں کی ہمدردی دلی طور پر عیسائیوں کے ساتھ تھی جس کی طرف واضح اشارہ سورۃ روم میں موجود ہے۔

غلبت الروم فی ادنی الارض وهم من بعد غلبهم سیغلبون فی بضع سنین لله الامر من قبل و من بعد و یومئذ یفرح المؤمنون٥(4)

" رومی قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گئے ہیں اور اپنی اس مغلوبیت کے چند سال کے اندر وہ غالب ہو جائیں گے۔ اللہ ہی کا اختیار ہے پہلے بھی بعد میں بھی اور وہ دن وہ ہو گا جبکہ اللہ کی بخشی ہوئی فتح پر مسلمان خوشیاں منائیں گے۔"

(6) مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے دو مرتبہ عیسائی سلطنت میں ہجرت کی جب مکہ میں حالات ناقابل برداشت ہو گئے تو آپ ﷺ نے مظلوم صحابہؓ کو مشورہ دیا کہ وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے جائیں اور فرمایا حبشہ چلے جاؤ اس ملک میں ایک ایسا بادشاہ حکمران ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا یہ سچائی کی سرزمین ہے وہاں اس وقت تک رہو جب تک خدا تمہارے لئے اس عذاب سے بچنے کی کوئی صورت پیدا کرے جس میں تم مبتلا ہو۔(5)

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حبشہ سے متعلق یہ پالیسی متعین فرما دی تھی۔ دعو الحبشہ ما دعو کم٥ دوسری روایت کے الفاظ ہیں اترکو الحبشہ ماترکو کم یعنی حبشہ کے لوگ جب تک تمہیں چھوڑے رکھیں تم بھی انہیں چھوڑے رکھو۔ (6)

(7) آپ ﷺ نے صلح حدیبیہ سے فارغ ہونے کے بعد جو خطوط اطراف و نواح کے بادشاہوں کو بھیجے آپ ﷺ کے ان خطوط کا قیصر اور شاہ مقوقس نے بڑا احترام کیا جبکہ مجوسی مشرکوں نے آپ ﷺ کا نامہ مبارک چاک کر دیا۔

(8) حضور ﷺ کے زمانے میں اگرچہ موتہ اور تبوک کے مقامات پر مسلم اور عیسائی فوجوں کا آمنا سامنا رہا لیکن جس قدر

شدید جنگیں مشرکین مکہ بدر، احد، خندق اور یہود کے ساتھ (خیبر) ہوئیں عیسائیوں کے ساتھ ایسی کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

(9) جزیرۃ العرب میں اسلام پھیلنے کے بعد آپ ﷺ نے جو سب سے پہلا معاہدہ کیا وہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ اسکے علاوہ جب وفد نجران آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے انہیں مسجد نبوی ﷺ میں نہ صرف ٹھہرایا بلکہ انہیں انکے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت بھی دی۔ آپ ﷺ کی عیسائیوں کے ساتھ محبت کا اندازہ اس بات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس وفد کی خدمت کی ذمہ داری خود قبول کی۔ (7)

ان مختلف واقعات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کے دل میں مسیح اور مسیحیوں کے ساتھ کتنی ہمدردی تھی۔ حالانکہ آپ ﷺ نے انکے عقائد و مراسم کی مخالفت کی (جنھیں آپ ﷺ بعد کا اضافہ سمجھتے تھے) اور یہ فرماتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ان باتوں کی تعلیم نہیں دی۔

(10) خلافت راشدہ میں اگرچہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان شدید جنگی سلسلہ شروع ہو گیا تھا لیکن خلافت راشدہ کو ختم کرنے میں جو مکروہ اور قابل مذمت کردار یہود کا ہے اس میں عیسائی نمایاں طور پر ملوث نظر نہیں آتے۔ مثلاً

(i) حضرت عمرؓ کا قاتل مجوسی تھا۔

(ii) حضرت عثمانؓ کے قتل کی سازش کرنے والا عبداللہ ابن سبا یہودی تھا۔

ان تاریخی حقائق کی بنا پر یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ عیسائیت اور ہمارے (مسلمانوں) کے درمیان کفر و اسلام جتنا فرق ہونے کے باوجود یہود اور مشرکین جیسی دشمنی نہیں پائی جاتی۔

درج بالا دلائل پر قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات دلالت کرتی ہیں۔

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصری ذلک بان منھم قسیسین ورھباناً و انھم لا یستکبرونo واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق یقولون ربنا امنا فاکتبنا مع الشھدینo(8)

''تم تمام لوگوں میں مسلمانوں کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے اور از روئے دوستی کے مسلمانوں کے سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں ہم عیسائی ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان میں قسیسین اور رہبان ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے اور جب اس کو سنتے ہیں جو رسولؐ پر اتارا گیا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ خداوند ہم ایمان لائے اس لئے ہم کو شہادت دینے والوں میں لکھ۔''

ان قرآنی آیات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہود و مشرکین کی شدید ترین مذمت کی گئی ہے جبکہ عیسائیت کی

قرآنی مذمت میں وہ جاہ و جلال اور اسلوب کی شدت نہیں۔

عیسائیوں کے ایک گروہ کو مسلمانوں کیلئے بطور اعلیٰ مثال پیش کیا گیا ہے۔

اصحاب کہف:

عیسائیت کی تاریخ میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کی تعریف کی ہے یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے پیروکار تھے اسکے بارے میں فرمایا:

انھم فتیۃ امنوا بربھم وزدنھم ھدیo(9)

''یہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان رکھتے تھے ہم نے انکی ہدایت میں اور اضافہ کر دیا۔''

سورہ کہف کے اس پورے رکوع میں ان نوجوانوں کو مسلمانوں کیلئے بطور مثال پیش کیا گیا۔

قرآن حکیم نے حواریان مسیح کی نہ صرف تعریف کی ہے بلکہ مسلمانوں کو ان جیسا طرز عمل اپنانے کا حکم دیا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

یا یھا الذین امنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسی ابن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہo (10)

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہ سچے حواری ایمان میں اتنے مخلص اور سچے تھے کہ صحابہؓ کو انکی پیروی کا حکم دیا۔''

حضور ﷺ کی ولادت سے قبل یمن کے مشرک بادشاہ ذوالنواس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے پیروکاروں کو آگ میں زندہ جلا دیا تھا لیکن وہ اپنے ایمان سے دستبردار نہ ہوئے قرآن کریم کا انکے متعلق ارشاد ہے:

قتل اصحب الاخدودo النار ذات الوقودo اذھم علیھا قعودo وھم علی مایفعلون بالمؤمنین شھودo(11)

درج بالا قرآنی آیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے پیروکاروں کے ایمان اور استقامت کا اتنا واضح روشن اور ٹھوس ثبوت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک قرآن پاک میں محفوظ کر لیا۔

پاکستان کے مسلمانوں کا عیسائیوں سے تعلقات کا بنیادی مقصد خالصتاً بنی نوع انسان کی بہتری، امن کا قیام، ظلم کا خاتمہ اسلام کی رہنمائی میں لوگوں کی معاشی، سیاسی، معاشرتی اور مذہبی حقوق کی حفاظت ہے اس لئے پاکستانی حکومت اور عوام قومی اور بین الاقوامی تعلقات کو بروئے کار لاتی ہے چنانچہ قیام پاکستان سے لیکر آج تک پینسٹھ سال کے اندر کسی ایک عیسائی کے ساتھ پاکستان میں وہ سلوک نہیں کیا گیا جو صلیبیوں کے بیت المقدس پر قبضے، اندلس میں مسلمانوں کے انخلاء اور متحدہ ہندوستان میں برطانوی راج کے دوران مسلمانوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔ عیسائی مقبوضات میں مسلمانوں کا قتل عام، انہیں زندہ جلانا، انکی کتابوں کو جلانا اور سخت اذیتیں دے کر انہیں موت کے گھاٹ اتارنا، تاریخ میں مسلمانوں کے ساتھ عیسائیوں کے یہ رویے بھی رہے ہیں۔ لیکن اس کے

برعکس پاکستان میں عیسائی برادری کو ہمیشہ سے آئینی اور دستوری سطح سے لیکر عملی اور معاشرتی سطح تک تمام بنیادی انسانی حقوق ایک تاریخی تسلسل کے ساتھ انہیں حاصل رہے ہیں جس کا اعتراف خود عیسائی برادری کو بھی ہے۔ ایک عیسائی انتھونی ڈی سوزا پاکستانی عیسائیوں کے بارے میں ان الفاظ میں روشنی ڈالتا ہے۔ خاص طور پر کیتھولک عیسائیوں کے لئے ایک مسرت بخش چیز یہ ہے کہ مذہبی جلوسوں اور عبادتوں میں شبیہوں کے استعمال میں رواداری کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ شبیہ کا استعمال اسلامی نظریات کے بالکل خلاف ہے اور یہ کیتھولک فرقے میں جزو لاینفک ہے۔ پاکستان مذہبی آزادی کا قابل ذکر مظاہرہ کرتا ہے اور ان بتوں کے استعمال پر کوئی پابندی نہیں۔(12)

ان تحفظات کے زیر سایہ پاکستان میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے خصوصی خوشگوار تعلقات کا بیان درج ذیل ہے۔

مذہبی تعلقات

مسلمان اور مذہبی رواداری:

ہر انسان کو اللہ تعالی نے عقل اور تمیز دی ہے پھر اس نے وحی کے ذریعے اس کو درست زاویہ نظر اختیار کرنے کی طرف راہنمائی بھی کر دی ہے اس لئے ہر شخص کو اس بات کی آزادی ہے کہ وہ صراط مستقیم پر چلتا رہے یا غلط عقیدہ قائم کر کے اپنی زندگی گزارے بہر حال اس دنیا میں اسے کوئی نظریہ یا عقیدہ قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

پاکستانی حکومت اور عوام کی طرف سے یہ رواداری کی روشن مثال ہے کہ کبھی بھی مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان دین کے معاملے میں زبردستی اور جبر کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ چنانچہ ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان میں مذہبی سطح پر مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان خوشگوار مذہبی تعلقات قائم ہیں اور یہ اسلام کی طرف سے احترام مذہب و آزادی عبادت کی اعلیٰ مثال ہے۔

مذہبی عبادت گاہوں کا احترام:

قرآن حکیم میں مذہبی عبادت گاہوں کے احترام میں ایک ایسا اشارہ بھی ملتا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبادت گاہیں خواہ مسلمانوں کی ہوں یا غیر مسلموں کی سب کی سب یکساں محترم ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات و مساجد يذكر فيه اسم الله كثيرا o (13)

"اگر اللہ تعالی لوگوں کا زور ایک دوسرے کے ذریعے نہ گھٹاتا رہتا تو گرجے کنائس، عبادت خانے اور مساجد جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے منہدم ہو گئے ہوتے۔"

مندرجہ بالا بیانات کی عملی شکل پاکستانی مسلمانوں اور عیسائیوں میں پوری طرح دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً تمام مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دلی طور پر احترام کرتے ہیں انہیں اللہ تعالی کا سچا رسول مانتے ہیں اور جو انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اسے برحق کتاب سمجھتے ہیں صداقت کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ اور حضور ﷺ میں کوئی فرق روا نہیں رکھتے اس کے برعکس اگرچہ عیسائی حضور ﷺ اور قرآن کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن پاکستان میں عموماً عیسائی برادری شعائر اسلام کا احترام کرتی

ہے۔ اذان، نماز، مسجد، رمضان، ایام حج، قرآن پاک اور حضور ﷺ کے متعلق بظاہر احترام کا رویہ رکھتے ہیں۔ اگر کوئی عیسائی اسلام یا پیغمبر اسلام کے خلاف کوئی گستاخی کرتا ہے تو وہ اس کا ذاتی فعل ہے اس طرح مسلمان بھی کرسمس اور ایسٹر کے موقعوں پر عیسائیوں کی مذہبی تقریبات اور ان کی ہفتہ وار اتوار کے دن ہونے والی سروسز جو گرجوں میں منعقد ہوتی ہیں ان کا احترام کرتے ہیں۔

اگرچہ اسلام اور عیسائیت میں کفر و ایمان کا فرق ہے۔ تاہم انسانی اور اخلاقی اقدار کی بناء پر پاکستانی مسلمانوں اور عیسائیوں میں خوشگوار تعلقات قائم ہیں اور یہ تعلقات اسلامی بنیادوں پر نہ سہی اخلاقی انسانی اور پاکستانی ناطوں سے قائم ہیں۔

سیاسی تعلقات:

پاکستان میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان تعمیری اور اچھے سیاسی تعلقات موجود ہیں۔ اسکی بہترین مثال یہ ہے کہ آئین کی رو سے دونوں پاکستان کے شہری ہیں۔ عیسائیوں کیلئے یونین کونسل سے لیکر قومی اسمبلی تک الگ نشستیں مخصوص ہیں۔ مسلمانوں کے برعکس عیسائیوں کو دوہرے ووٹ کا حق حاصل رہا ہے۔

27 فروری 1996ء کو بے نظیر حکومت نے انتخابی اصلاحات کا ایک پیکج تجویز کیا جس کے کئی پہلو تھے۔ ان میں سے ایک پہلو غیر مسلم پاکستانیوں کے لئے دوہرے ووٹ کا حق دیا گیا تھا۔ بے نظیر اور ان کے حواریوں کا موقف ہے کہ دوہرے ووٹ کی تجویز اس لئے پیش کی گئی تھی کہ پاکستان میں بسنے والے غیر مسلم شہری جداگانہ انتخابات کے طریقہ کار کی بدولت ملکی سیاست کے مرکزی دھارے سے کاٹ دیئے گئے تھے اور یہ جداگانہ طریقہ کار ایک فوجی آمر نے زبردستی ان پر ٹھونس دیا تھا۔ جو غیر جمہوری اور غیر آئینی تھا لہٰذا جمہوری قدروں کی پاسداری اور دستور پاکستان 1973ء کی اصل روح کے مطابق غیر مسلم پاکستانیوں کو ملکی سیاست کے مرکزی دھارے میں لانا ناگزیر تھا اور حکومت کا یہ عمل بابائے قوم حضرت قائد اعظم کے اس وعدے کی تکمیل ہے جو انہوں نے اپنی 11 اگست 1947ء والی تقریر میں کیا تھا کہ کسی بھی پاکستانی شہری سے مذہبی بنیادوں پر تعصب نہیں برتا جائے گا۔ جداگانہ انتخابات دراصل قائد کے اس وعدے سے انحراف ہے۔ چنانچہ اگلی جمہوری حکومت دوہرے ووٹ کا حق دے کر غیر مسلم پاکستانیوں کے لئے مثبت تعصب کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ بے نظیر حکومت کے اس اقدام کو غیر مسلم پاکستانیوں کی اکثریت نے بے حد سراہا ہے۔(14)

یہ وہ تمام حقائق ہیں جنہیں آئینی اور دستوری تحفظات حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ ریاست پاکستان میں انہیں عملی طور پر بھی دیکھا جا سکتا ہے اور عالمی برادری بھی اس پر پاکستانی حکومت اور عوام کی تعریف و تائید کرتی ہے پاکستان میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے خوشگوار تعلقات کی عملی مثال عیسائی اقلیت کے نمائندوں کا مختلف وزارتوں میں ان کے تقرر سے ظاہر ہوتا ہے۔

جنکی چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

(1) جے سالک وفاقی وزیر برائے اقلیتی امور رہے ہیں۔

(2) جناب جانسن مائیکل پنجاب اسمبلی کے اقلیتی رکن اور وزیر اعلیٰ پنجاب کے مشیر رہے ہیں۔

(3) اے۔آر۔کارنیلیس سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان

(4) جناب بشیر مسیح ڈپٹی سپیکر بلوچستان اسمبلی رہے ہیں۔

(5) ایم۔ایل۔شاہانی ایڈووکیٹ جنرل سندھ کے عہدے پر فائز رہے ہیں۔

(6) پیٹر جان سہوترا سابق وفاقی وزیر رہے ہیں۔

(7) جولین پیٹر پاکستان آرمی کے پہلے مسیحی جنرل رہے ہیں۔

پاکستان میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان باہمی خوشگوار سیاسی تعلقات پر مبنی ایک ایسا صحت مند سیاسی کلچر پاکستان میں موجود ہے کہ جس کی مثال عیسائی اقلیت کو دنیا میں بہت کم ملے گی۔ اگرچہ انڈیا میں جارج فرینڈس عیسائی وزیر دفاع مقرر ہوا لیکن اس کے باوجود ہندوستان میں گرجوں کو گرانے اور عیسائیوں کو زندہ جلانے جیسے انسانیت سوز واقعات بھی ہوتے رہے ہیں۔ اس کے برعکس پینسٹھ سال میں پاکستان میں مسلم عیسائی سیاسی کشیدگی کی ایسی خوفناک مثالیں پیش نہیں کی جاسکتیں۔

1996 ء میں ضلع خانیوال کے شانتی نگر میں عیسائی مسلم فساد کی اصل وجہ مذہبی نہیں بلکہ قانونی تھی بعض جرائم پیشہ افراد نے اقلیت ہونے کے ناطے قانونی مراعات کا غلط استعمال کیا اس طرح کے ماحول میں جذباتی انداز میں اسے مذہبی رنگ دے دیا گیا۔ تحقیقات کے بعد ریکارڈ پر یہ حقیقت موجود ہے کہ بعض شدت پسند دونوں طرف موجود تھے انہوں نے روایتی مذہبی اور جذباتی ہیجان انگیز کیفیت پیدا کردی۔ تاہم تقریباً سترہ سال گزرنے کے باوجود وہاں کے حالات مثالی پُرامن چلے آرہے ہیں اس قسم کے وقتی اور عارضی واقعات کا رونما ہونا افسوسناک تو ہوسکتا ہے لیکن اس کا اعادہ نہ ہونا اس سے بھی مسلم عیسائی صحت مند تعلقات کی عکاسی ہوتی ہے۔ ابھی دنوں کچھ عرصہ بعد بہاولپور اور مری کے گرجا گھر میں بم پھینکنے کے واقعات رونما ہوئے لیکن ان تمام مجرموں کو گرفتار کیا گیا اور انہیں کیفرِ کردار تک پہنچا دیا گیا۔ پاکستان میں بم پھٹنے کے واقعات اگر مساجد میں ہوں تو ان کی تحقیق و تفتیش کی رفتار سے کہیں زیادہ تیزی اور سرعت کے ساتھ اقلیتوں کی عبادت گاہوں کے تحفظ کیلئے اقدامات کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اقلیتوں میں عدم تحفظ اور غیر یقینی کے احساسات پیدا نہ ہوں۔ ایک اور مثبت اور مثالی پہلو ان واقعات کے نتائج کے حوالے سے یہ ہے کہ متاثرہ عبادت گاہوں مکانات اور علاقوں کی فوری اور بہتر تعمیر نو کو عملاً مکمل کیا جاتا ہے۔

مثلاً شانتی نگر کی پکی عیسائی آبادی کو مالکانہ بنیاد پر پختہ مکانات تعمیر کر کے دیئے گئے۔ وہاں زندگی کی بنیادی سہولیات بھی مہیا کی گئیں۔ اسی طرح بہاولپور اور مری میں ہونے والے جانی اور مالی نقصانات کی ممکنہ تلافی کی گئی اور آئندہ ایسے واقعات کی روک تھام کیلئے پورے ملک میں عیسائی آبادی اور انکے مراکز عبادت کی سیکورٹی اور زیادہ سخت کردی گئی۔ انکے برعکس ہمسایہ ملک بھارت میں پاکستان سے کہیں زیادہ خوفناک اور افسوسناک تسلسل سے ہونے والے واقعات کے باوجود کوئی عملی اور قانونی تحفظات فراہم نہیں کئے گئے۔ شاید ہندو مذہب کی اقلیتوں سے متعلق یہی تعلیم ہو اگرچہ پاکستان میں اسلامی قانون نافذ نہیں تاہم پھر بھی اقلیتوں کے معاملات میں حکومت اور عوام نے ہمیشہ مثالی، انسانی اور اسلامی تعلیمات کی اصل روح کا اظہار کیا ہے۔

معاشرتی تعلقات:

معاشرہ انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ انسان طبعی اور جبلی طور پر معاشرت پسند ہے اپنے اس فطری اور جبلی تقاضوں کی تکمیل کیلئے انسان نے معاشرہ تشکیل دیا۔ پاکستانی معاشرہ اسلام کی بنیادی تعلیمات، اخوت، رواداری اور شرف انسانی کی بنیاد پر قائم ہے۔ اسی لئے جہاں پاکستان میں تمام اقلیتوں کے حقوق اور تحفظات کا احترام کیا جاتا ہے وہاں عیسائی برادری جو پاکستان کی بہت بڑی اقلیت ہے اس کے ساتھ پاکستانی مسلمانوں کے خوشگوار معاشرتی تعلقات قائم ہیں۔

اسلام غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی تعلقات استوار کرنے میں حربی اور غیر حربی کافر میں فرق کرتا ہے۔ حربی کافر کے ساتھ روابط قائم رکھنے کی تو ممانعت ہے کیونکہ یہ کبھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ اور موقع سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ لیکن غیر حربی کافر جو مسلمانوں کے خلاف عداوت کے جذبات نہ رکھیں ان کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی ہے۔ اسلام کی تاریخ میں ایسے لاتعداد واقعات ملتے ہیں جن میں مسلمانوں نے غیر مسلموں کے ساتھ مساوات اور رواداری کی روش کو اپنایا اور محض مذہب کی بنیاد پر کوئی امتیاز روا نہیں رکھا۔

اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح جائز قرار دیا گیا یہ اجازت بھی ان کے ساتھ تعلقات قائم کرنے پر مبنی ہے۔ تاکہ مسلم معاشرے میں، غیر مسلم اچھوت بن کر نہ رہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے ساتھ تعاون اور محبت رکھیں۔

یہ اسلام کا حسن سلوک اور رواداری ہے حالانکہ خود مختلف مسیحی فرقے باہم ازدواجی تعلق قائم نہیں کرتے اور پروٹسٹنٹ اور کیتھولک فرقوں میں باہم شادیاں نہیں ہوتیں۔(15)

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

والمحصنت من الذین اوتوا لکتب من قبلکم اذآ اٰتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسفحین ولا متخذی اخدان o(16)

''اور ان لوگوں کی پارسا عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے (حلال ہیں) بشرطیکہ انکے مہر ان کے حوالے کر دو اور مقصود قید (نکاح) میں لانا ہو نہ کہ کھلم کھلا بدکاری کرنے یا چوری چھپے آشنائیاں کرنے کا۔''

مندرجہ بالا آیت کی تشریح میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:

''اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح جائز اور مسلمان عورتوں سے اہل کتاب کا نکاح ناجائز ہونے کی بنیاد کسی احساس برتری پر نہیں ہے بلکہ یہ ایک نفسیاتی حقیقت پر مبنی ہے مرد بالعموم متاثر کم ہوتا ہے اور اثر زیادہ ڈالتا ہے عورت بالعموم متاثر زیادہ ہوتی ہے اور اثر کم ڈالتی ہے۔ ایک غیر مسلم اگر کسی مسلمان کے نکاح میں آئے تو اس کا امکان کم ہوتا ہے کہ وہ اس مسلمان کو غیر مسلم بنالے گی اور اس بات کا زیادہ امکان ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیگی۔ لیکن اگر ایک مسلمان عورت کسی غیر مسلم کے نکاح میں چلی

جائے تو اس کے غیر مسلم ہو جانے کا اندیشہ بہت زیادہ ہوتا ہے اور اس بات کی توقع بہت کم ہے کہ وہ اپنے شوہر اور اپنی اولاد کو مسلمان بنا سکے گی۔"

اسی لئے مسلمانوں کو اس کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ اپنی لڑکیوں کا نکاح غیر مسلم سے کریں۔ البتہ اگر اہل کتاب میں سے کوئی شخص خود اپنی بیٹی مسلمان کو دینے پر راضی ہو تو مسلمان نکاح کر سکتا ہے۔

لیکن قرآن میں جہاں اس کی اجازت دی گئی ہے وہاں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر غیر مسلم بیوی کی صحبت میں مبتلا ہو کر تم نے ایمان کھو دیا تو تمہارا کیا کرایا سب برباد ہو جائے گا اور آخرت میں تم خسارے میں رہو گے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے دیگر مذاہب کے مقابلے میں نصاریٰ کے ساتھ شروع سے ہی مسلمانوں کے مذہبی اور تاریخی تعلقات قائم ہیں اس بناء پر معاشرتی سطح پر نصاریٰ کے ساتھ مسلمان مردوں کی شادی کی وجہ سے اسلام اور عیسائیت کو معاشرتی طور پر ایک دوسرے کے اور قریب کر دیتا ہے اس طرح دونوں مذاہب کو ایک دوسرے کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

اسلام کی اس اجازت کی بناء پر عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں کے خوشگوار معاشرتی تعلقات قائم ہوتے ہیں اس سے دو مذاہب مزید قریب آ جاتے ہیں اور اس قربت کی بناء پر دونوں مذاہب کے درمیان منافرتوں کا خاتمہ ہوتا ہے یہ ایک طرف اشاعت اسلام کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف دیگر مذاہب کے ساتھ اسلام کی غیر متعصب تعلیم کی عکاسی کرتا ہے۔ پاکستانی معاشرہ میں بھی مسلمان مردوں کی شادی عیسائی عورتوں کے ساتھ کرنے میں کوئی پابندی نہیں۔ مختلف خاندانوں میں اس کی مثالیں موجود ہیں اور شادی کے بعد دونوں خاندانوں کے اچھے تعلقات قائم ہونے کے امکانات کی عملی مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں۔

اس کے برعکس دنیا کے کسی مذہب نے دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ اس قدر وسیع اور اہم تعلقات قائم کرنے کی اجازت نہیں دی جس قدر اسلام نے اس پر زور دیا ہے یہ تعلیمات عیسائیوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات کی بنیاد ہے تاہم قرآن حکیم نے جہاں عیسائیوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے اور ان سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے وہاں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ اسلامی تشخص، ثقافت اور تہذیب کو بھی بہر حال قائم رکھا جائے ان تعلقات کا مقصد دونوں مذاہب کو ایک دوسرے میں ضم کرنا نہیں بلکہ ان معاشرتی تعلقات کا اصل مقصد پُر امن بقائے باہمی کی بنیاد پر مذہبی تعصبات کو ختم کرنا اور اسلامی تعلیمات اور انسانی شرف و منزلت کو فروغ دینا ہے۔

اسلام میں غیر مسلموں میں سے صرف اہل کتاب کا ذبیحہ حلال قرار دیا گیا ہے یہ اجازت اس لئے دی گئی ہے کہ اہل کتاب اور مسلمانوں کے درمیان خلیج بڑھتی نہ جائے اور نفرتیں اور غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں۔ اگر ایک حد تک ان لوگوں کے ساتھ تعلقات موجود ہوں گے تو ہم انہیں اپنے حسن کردار سے اپنے قریب کر سکیں گے۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی تحریر فرماتے ہیں:

اہل کتاب اصلاً توحید کے قائل ہیں، لیکن چونکہ ان کے اندر شرک داخل ہو گیا ہے اس لئے مسلمان یہ گمان کر سکتے ہیں کہ ان کے ساتھ بھی بت پرستوں کی طرح کا معاملہ کیا جا سکتا ہے لیکن اللہ نے ان کے ساتھ کھانے کی اجازت دے دی ہے۔ (17)

چنانچہ فرمایا:

الیوم أحل لکم الطیبت وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم وطعامکم حل لھم○(18)

"آج تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں اور جو اہل کتاب ہیں ان کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کیلئے حلال ہے۔"

اسلام نے کھانے کے معاملات میں مشرکین عرب کے ساتھ سخت رویہ اختیار کیا لیکن اہل کتاب کے ساتھ نرمی برتی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب وحی نبوت اور من جملہ اصول دین کو مانتے ہیں اس بناء پر وہ اہل ایمان سے قریب تر ہیں۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق عیسائیوں کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ حلال جانور ہو اور شریعت کے مطابق ذبح کیا گیا ہو۔ کھانا پینا انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور دن میں دو تین مرتبہ انسان حسب ضرورت کھانا کھاتا ہے۔ دستر خوان دلوں کو جوڑنے اور آپس میں محبت پیدا کرنے کا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ جہاں خوشگوار لمحات خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس بنیاد پر عیسائیوں کے ساتھ کھانے پینے کی اجازت سے یہ بات خود بخود ثابت ہوتی ہے کہ اسلامی تعلیمات کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ خوشگوار معاشرتی تعلقات قائم ہوں یہ تعلقات دونوں مذاہب کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کا ذریعہ ہیں۔

پاکستانی معاشرے میں اس کی عملی مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مثلاً شادی بیاہ کے موقعوں پر مسلمان اور عیسائی ایک دوسرے کی خوشیوں میں شریک ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اس کے علاوہ دیگر سرکاری و غیر سرکاری تقریبات میں مسلمان عیسائیوں کے ساتھ کھانا کھانے میں کوئی عار نہیں سمجھتے۔

اسلام میں وسعت، رواداری، انسانی احترام کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام نے صلہ رحمی پر بہت زور دیا ہے۔ صلہ رحمی کا مطلب مسلم رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ہے لیکن اس کے مفہوم میں پوری انسانی برادری شامل ہے۔ عیسائیت دیگر مذاہب کے مقابلے میں نسبتاً اسلام کے زیادہ قریب ہے اسکی بہت سی مثالیں آغاز میں گزر چکی ہیں۔ چنانچہ باہمی کھانے پینے کی اجازت سے باہمی میل جول میں اضافہ ہوتا ہے۔ دلوں کی کدورتیں دور ہوتی ہیں ایک دوسرے کا احساس اور احترام پیدا ہوتا ہے۔

تبادلہ تحائف:

تحائف کا تبادلہ بنیادی اخلاقی اقدار کا حصہ ہے یہ ایک ایسا معاشرتی عمل ہے جو افراد کے مابین اچھے اور تعمیری تعلقات قائم کرنے اور قائم رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور معاشرے میں خوشگوار اور تعمیری ماحول پیدا کرتا ہے اسلام نے غیر حربی کفار سے تحائف کا تبادلہ کرنے سے منع نہیں کیا خود حضور ﷺ نے اکیدر نامی شخص کا تحفہ قبول فرمالیا تھا حالانکہ وہ مشرک تھا۔ (19)

جب غیر حربی مشرک کا تحفہ قابل قبول ہو سکتا ہے تو عیسائی برادری جو دوسرے مذاہب کی نسبت اسلام کے زیادہ قریب ہے اس کے ساتھ تبادلہ تحائف میں شرعاً اخلاقاً کوئی ممانعت نہیں پاکستانی معاشرے میں اسکی عملی مثالیں موجود ہیں مثلاً ایسٹر، کرسمس، عید الفطر اور دوسرے مسلم عیسائی تہواروں کے موقعوں پر مسلم عیسائی برادری باہم تحائف کا تبادلہ کرتے ہیں۔ حکومت بھی ان موقعوں پر عیسائی برادری کو خصوصی الاؤنس دیتی ہے یہ تمام حقائق اچھے معاشرتی تعلقات کی عکاسی کرتے ہیں۔

معاشرتی مدد و عیادت:

معاشرے کی بنیادی روح باہم مل جل کر رہنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے۔ حضور ﷺ نے بھی ہجرت کے سفر میں عبداللہ بن اریقط الدیلی سے راستہ معلوم کرنے کیلئے ساتھ رکھا حالانکہ وہ غیر مسلم تھا(20)

اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ خالصتاً انسانی اور معاشرتی معاملات میں مسلم اور غیر مسلم ایک دوسرے کی راہنمائی کر سکتے ہیں۔ اسلام میں وسعت اور رواداری کی تعلیم دی گئی ہے۔ صرف مذہب کی بناء پر تعلقات ختم کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ غیر مسلموں سے حسن سلوک کرتے اور اچھے اخلاق سے پیش آتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کفار کی بھی عیادت کرتے تھے۔

اس حدیث کی راہنمائی میں غیر مسلموں سے اچھے انسانی تعلقات قائم رکھنے کی تعلیم ملتی ہے یہی پاکیزہ تعلیمات پاکستان میں مسلم عیسائی عوام کے مابین اچھے معاشرتی روابط قائم کرنے کی بنیاد ہیں۔

فوتیدگی پر اظہار تعزیت:

اسلام دین انسانیت ہے اس لئے کسی غیر مسلم کی موت پر بھی اظہار مسرت کی اجازت نہیں دیتا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہوئے صحابہ ؓ نے عرض کیا یہ یہودی کا جنازہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ انسان نہیں تھا؟(21)

اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی غیر مسلم کیلئے دعائے مغفرت نہیں کی جاسکتی اس کی موت کی مذہبی رسومات میں حصہ لئے بغیر شامل ہونا جائز ہے۔ پاکستان میں بھی مسلم عیسائی عوام زندگی کے پُر مسرت لمحات میں شرکت کے ساتھ ساتھ موت کے المناک موقعوں پر بھی اکٹھے ہوتے ہیں۔ اظہار تعزیت کرتے ہیں اگرچہ اختلاف مذہب کی بناء پر جنازے کی مذہبی رسومات میں تو شامل نہیں ہوتے تاہم ایسے موقع پر ایک دوسرے کو تنہا بھی نہیں چھوڑتے۔ زندگی اور موت کے ان معاملات میں پاکستانی مسلم اور عیسائی برادری کی باہمی شرکت، دونوں کے درمیان اچھے تعمیری اور خوشگوار انسانی معاشرتی تعلقات کا باعث ہیں۔

معاشی تعلقات:

پاکستان کے مسلم عوام جس طرح مذہبی اور معاشرتی سطح پر عیسائیوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات رکھتے ہیں۔ اسی طرح معاشی شعبے میں بھی پاکستانی مسلم عیسائی تعلقات اور روابط پُر امن بقائے باہمی کے اصولوں پر قائم ہیں اگرچہ دولت کے کسب وصرف کے متعلق اسلام اور عیسائیت کے مابین اصولی اور بنیادی فرق پایا جاتا ہے تاہم دونوں مذاہب کے درمیان معاشی سطح پر جو مشترک اقدار ہیں ان بنیادوں پر پاکستانی مسلم اکثریت کے عیسائی اقلیت کے ساتھ معاشی تعاون کی مثالیں موجود ہیں اور یہ تعاون اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل یا اھل الکتٰب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم ○(22)

''تو کہہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں۔''

معاشی تعلقات کے سلسلے میں اہم نکات درج ذیل ہیں۔

(1) مسلم بازاروں میں عیسائی برادری پر خرید و فروخت کی کوئی پابندی نہیں۔ حتیٰ کہ پاکستان میں مسلم و غیر مسلم بازاروں کا تصور ہی نہیں پایا جاتا دونوں فریقوں کو آزادانہ میل جول کا حق حاصل ہے کسی بھی شے کی خرید و فروخت کے ابتدائی معاملے سے لیکر سودا طے ہونے تک مسلمان اور عیسائیوں کے درمیان کوئی مذہبی تفریق نہیں کی جاتی۔

(2) پاکستان میں عیسائیوں کو ہر طرح کے کاروبار کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ محرمات مثلاً شراب، خنزیر، سود اور دیگر ممنوعات سے اجتناب کریں۔ البتہ انہیں اپنے علاقوں میں اس قسم کے کاروبار کے علیحدہ پرمٹ جاری ہوتے ہیں۔

(3) پاکستان سٹاک ایکسچینج میں جو بین الاقوامی سطح پر کاروبار کیا جاتا ہے وہاں بھی آئین کی رو سے عیسائیوں پر کاروبار کرنے کی کوئی پابندی نہیں اس طرح بیرون ملک تجارتی، صنعتی، زرعی شعبوں سے متعلق جو وفود روانہ ہوتے ہیں ان میں بھی عیسائی برادری کے تحفظات کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ دونوں مذاہب کے درمیان ہر قسم کے معاشی تعلقات پاکستان کے شہری ہونے کی بنیاد پر قائم ہیں۔ معاشی زندگی کا ایک اور اہم شعبہ زرعی پیداوار سے وابستہ ہے چنانچہ زرعی زمینوں کی خرید و فروخت انتقال اراضی جیسے کسی بھی کام میں عیسائیوں پر کوئی پابندی عائد نہیں انکی عملی مثالیں پاکستان میں جابجا دیکھی جاسکتی ہیں۔ معاشی اور کاروباری زندگی کے ٹیکس کی ادائیگی کے حوالے سے بھی عیسائیوں کے ساتھ کوئی ناروا سلوک نہیں کیا جاتا۔ عام پاکستانی شہری ہونے کے ناطے وہ انہی قوانین کے پابند ہیں۔ جو پاکستان کی مسلم عوام کیلئے بنائے گئے ہیں اسی طرح معاشی زندگی میں انتقال جائیداد کا شعبہ بہت نازک اور اہم ہے اس میدان میں بھی عیسائی برادری کو جائیداد کی خرید و فروخت اور انکے ہبہ و انتقال میں قانون کے مطابق مکمل آزادی ہے اس شعبہ میں مسلم عیسائی فرق روا نہیں رکھا جاتا۔

(4) اسلام میں مذہب کی بنیاد پر کسی غیر مذہب کے افراد سے تعصب نہیں برتا گیا۔ بلکہ ہمدردی اور احسان کی روش اپنانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسی بناء پر پاکستان میں مستحق عیسائیوں کی حکومت اور عوام کی طرف سے مالی اعانت بھی کی جاتی ہے۔

(5) پاکستانی عوام عیسائیوں کے ساتھ ذاتی ضرورت کے تحت قرض کا لین دین بھی کرتی ہے۔ اس سلسلے میں قاضی محمد سلمان نے آپ ﷺ کے ساتھ قرض کے لین دین کے بارے میں ایک واقعہ درج کیا ہے۔

> ''ایک بدو نے آپ ﷺ نے قرض لیا۔ اس نے بدویانہ طرز گفتگو کر کے نہایت سختی سے مطالبہ کیا صحابہ کرام ؓ نے اسے ڈانٹا کہ کس ہستی سے بات کر رہے ہو اس نے کہا میں تو اپنا حق لینے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگوں کو اس کا ساتھ دینا چاہیے تھا یہ تو اپنا حق لینے آیا ہے اور حق لینے والے کو بولنے کا حق ہے۔'' پھر صحابہ کرام ؓ کو حکم دیا کہ اسکا قرض ادا کریں اور زیادہ بھی دیں۔''(23)

دونوں مذاہب میں اگرچہ کفر و اسلام کا فرق پایا جاتا ہے لیکن اسکے باوجود پاکستان میں عیسائی مسلم خوشگوار تعلقات اس

بات کی واضح مثال ہے کہ اسلام ایک غیر متعصب مذہب ہے اس میں تنگ نظری مذہبی عصبیت کی بجائے وحدت نسل انسانی کی وسیع بنیادیں پائی جاتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً کثیراً ونسآءً o(24)

''اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اسی سے پیدا کیا اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں۔''

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدون o(25)

''نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

یہ وہ بنیادی تعلیمات ہیں جن کی راہنمائی کی بدولت دونوں مذاہب میں انسانی اور پاکستانی بنیادوں پر بہترین اور پرامن تعلقات موجود ہیں۔ پاکستان میں مسلم عیسائی خوشگوار تعلقات کا ایک طویل پس منظر ہے۔ ان تعلقات کے قیام و بقاء کا اصل سہرا مسلمانوں کے سر ہے۔ کیونکہ یہ ایک قطعی اور اٹل تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے دور عروج میں ہمیشہ عیسائی برادری کو ہر طرح کے تحفظات میسر رہے ہیں لیکن یہ تلخ تاریخی حقیقت بھی اپنی جگہ موجود ہے کہ جب بھی عیسائیوں کو مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہوا انہوں نے مسلمانوں کا بے دریغ قتل کیا اور ان کی عزتیں لوٹیں اس کی مثالیں صلیبی جنگوں اور سقوط غرناطہ کے واقعات میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ تاہم مسلم حکومتوں اور عوام نے ہمیشہ عیسائیوں کے بنیادی انسانی حقوق کا احترام کیا انکی اصل وجہ وہ پاکیزہ قرآنی تعلیمات ہیں جو شروع دن سے ہی مسلمانوں کو عطا کی گئیں ان تعلیمات کی بنیاد درج ذیل قرآنی آیات پر ہے۔

ورهبانیة ابتدعوها ما کتبنها علیهم الا ابتغآء رضوان الله فما رعوها حق رعایتها فاتینا الذین امنوا منهم اجرهم وکثیر منهم فسقون o(26)

''یہ رہبانیت کہ جس کا انہوں نے آغاز کیا ہم نے اسے ان پر لازم نہیں کیا تھا انہوں نے خود اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اس کا آغاز کیا اور پھر جیسا کہ اس کا حق تھا اسے بھی ادا نہ کیا ان میں سے جو لوگ ایمان لائے انہیں ہم نے اجر دیا لیکن انکی اکثریت نافرمان ہے۔''

قل یاهل الکتب تعالوا الی کلمة سوآءٍ بیننا وبینکم o(27)

''تو کہہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں۔''

یہ پاکیزہ تعلیمات اور تاریخی شواہد اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ مختلف تاریخی ادوار کی طرح پاکستان میں عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں کے خوشگوار تعلقات بھی اس تاریخی عمل کا حصہ ہیں جن کا تفصیلی ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے۔

پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ملک ہونے کے ناطے سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر عیسائی برادری کے تحفظ و بقاء کیلئے تمام ممکنہ اقدامات کر رہا ہے کیونکہ تحریک پاکستان کے دوران بانیان پاکستان کے پیش نظر یہی نصب العین تھا کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ریاست پاکستان میں احترام انسانیت کو فروغ دیا جائیگا۔

اسی لئے پاکستانی مسلمانوں اور حکومت نے عیسائیوں کے مذہبی، جانی اور مالی حقوق کے تحفظ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اسلامی رواداری اور وسعت قلب کا مظاہرہ کرتے ہوئے عیسائیوں کو انکی صلاحیت و قابلیت کے لحاظ سے معاشرہ میں معزز جگہ دی ہے اور بلا امتیاز مذہب اخوت و مساوات کے فلسفے کے تحت ہر فرد کو ترقی کے مساوی مواقع فراہم کئے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ 1947ء سے آج تک پاکستانی مسلمانوں کے اپنے فرقے تو کبھی کبھار دست و گریبان ہو جاتے ہیں لیکن چشم فلک نے آج تک نہیں دیکھا ہوگا کہ کسی پاکستانی مسلمان یا حکومت نے انفرادی یا اجتماعی سطح پر کسی عیسائی کو ستایا ہو یا املاک و عبادت گاہوں کو نقصان پہنچایا ہو۔ دراصل یہ کمال پاکستانی مسلمانوں کا نہیں بلکہ یہ فیض قرآن پاک کی پاکیزہ تعلیمات سرور کونین ﷺ کے اسوہ حسنہ اور آپ ﷺ کے سچے پیروکاروں کا ہے۔

مصادر و حواشی

(1) کاندھلوی، محمد ادریس، سیرۃ المصطفیٰ ﷺ، دارالکتب دیوبند، جلد اول، ص 88، س ن
(2) ایضاً، ص 141
(3) مودودی، ابوالاعلیٰ، نصرانیت قرآن کی روشنی میں، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1985، ص 175
(4) الروم، 4:30
(5) حمید اللہ، ڈاکٹر، اسلام اور مسیحیت کے باہمی روابط، (مترجم) شمیم بیگ دہلوی، سہ ماہی رسالہ عالم اسلام اور عیسائیت، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز اسلام آباد، جولائی ستمبر 1998، ص 11
(6) مودودی، ابوالاعلیٰ، نصرانیت قرآن کی روشنی میں، ص 177
(7) آزاد، عبدالقادر، ڈاکٹر، سیرت الرسول ﷺ کی روشنی میں اقلیتوں سے رواداری، تالیف ''قرآن و سنت کی روشنی میں اقلیتوں کے حقوق'' مؤلف گل، سرور مسیح، جگی میڈیا فاؤنڈیشن گلشن آباد لاہور، 2000ء، ص 54
(8) المائدہ، 83-82:5
(9) الکہف، 13:18
(10) الصف، 14:61
(11) البروج، 85: 4 - 7
(12) صدیقی، محمد اور رضا، ڈاکٹر، پاکستان میں مسیحیت، مسلم اکیڈمی محمد نگر، علامہ اقبال روڈ لاہور، ص 320
(13) الحج، 40:22
(14) دوینگ مغل، سہ ماہی رسالہ المشیر، کرسچن سٹڈی سنٹر پنڈی، 1996، ص 260
(15) سید قطب شہید، فی ظلال القرآن، اسلامی اکادمی، 17 اردو بازار لاہور، 1989ء، جلد دوم، ص 478

(16) المائدہ، 5 : 5

(17) القرضاوی، یوسف، ڈاکٹر، اسلام میں حلال وحرام، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1996ء، ص، 76

(18) المائدہ، 5:5

(19) صدیقی، نجات اللہ ڈاکٹر، اسلام کا نظام محاصل، مکتبہ چراغ راہ کراچی، 1966ء، ص، 522

(20) خالد مسعود، حیات رسول امی ﷺ، دار التذکیر اردو بازار لاہور، 2003ء ص 260

(21 ابوداؤد، سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب القیام للجنازہ حدیث 1397 جلد دوم، دار الاشاعت کراچی

22) آل عمران، 64:3

(23) منصور پوری، سلمان قاضی، رحمۃ للعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، کشمیری بازار لاہور، جلد اول، ص، 122 س ن

(24) النساء، 1:4 (25) المائدہ، 2:5

(26) الحدید، 28:57

(27) آل عمران، 64:3

التفسیر، مجلس تفسیر، کراچی جلد:۶، شمارہ:۲۰، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۲ء

فیض یافتگانِ مدرسۂ نظامیہ بغداد

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق

ABSTRACT:

Students of Madarsa-e-Nizamia Baghdad

Nizamul Mulk Tuse (d. 1092), the great vazir of Salajqa, was the founder of Madaris-e-Nizamia (Nizamia Schools). It was a network of at least Eleven Nizamia madaris, affiliated with Madarsa-e- Nizamia Baghdad, which was founded in 1067, and gradually became a model university. Its example was later adopted by Europe.

The main components of Madarsa-e-Nizamia were faculty, administration and students. In this article 158 Students of Madarsa-e-Nizamia Baghdad are discussed. This is the most information about the Students of Madarsa-e-Nizamia Baghdad.

کسی بھی جامعہ کے قیام واستحکام میں تین عناصر بنیادی کردار ادا کرتے ہیں:

۱۔ اساتذہ (Faculty)

۲۔ انتظامیہ (Administration)

۳۔ طلباء (Students)

جامعہ نظامیہ بغداد کی عالمگیر شہرت اور علماء وفقہاء اور مدرسین کا مرکز ہونے کی بناء پر عالم اسلام کے دور دراز علاقوں سے تشنگانِ علم وتحقیق شہر بغداد کا رخ کیا کرتے تھے۔ تحصیلِ علم ومعرفت وکمال اور کسبِ معاش کے حصول کے لیے دور ونزدیک سے

لوگ نظامیہ بغداد آتے اور اس مدرسہ کے علماء وفقہاء کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے۔

کسی بھی طالب علم کے لیے یہ بات باعث افتخار تھی کہ وہ کچھ ساعتیں نظامیہ بغداد میں تحصیل علم میں گزارے۔ نظامیہ بغداد کے بیشتر طلباء نظامیہ بغداد سے اپنی نسبت کے باعث ہی ممتاز ہوئے۔ انہوں نے اعلیٰ تعلیم کے مدارج طے کیے، انہیں یا تو اس جامعہ میں پڑھانے کا اعزاز حاصل ہوا یا دیگر علمی و اجتماعی مناصب حاصل ہوئے۔ جیسے قضاء، ریاست مذہبی یا درس و تدریس۔

نظامیہ بغداد کے علماء وفقہاء نیکوکاری اور ریاست مذہبی سے آراستہ اور ''انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء'' (۱) کی تفسیر ہوا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جو طالب علم بھی اس مدرسہ میں قدم رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے دانش و معرفت حق نصیب کرے گا۔ (۲)

نظامیہ بغداد چونکہ اعلیٰ تعلیم (Higher Education) کا مرکز تھا اس لیے یہاں آنے والے طلباء اپنے وقت کے ذہین اور مخلص طالبان علم ہوا کرتے تھے جو اپنی تعلیم کے ابتدائی مدارج کامیابی سے طے کرنے کے بعد نظامیہ بغداد میں داخل ہوتے تھے۔

ابن خلکان، قاضی ابوالمحاسن معروف بہ ابن شداد (م ۶۳۲ھ) کے بارے میں لکھتا ہے:

''آپ ۱۰ رمضان ۵۳۹ھ کی شب کو موصل میں پیدا ہوئے، وہیں قرآن کریم حفظ کیا، پھر شیخ ابوبکر یحییٰ بن سعدون قرطبی موصل آئے تو سبع طرق آپ کو سنائے اور فن قرات کو آپ سے پختہ کیا۔ تکمیل اہلیت کے بعد آپ بغداد آئے اور مدرسہ نظامیہ کے رہائشی طالب علم بن گئے۔ تھوڑی عرصے بعد ہی آپ کو اس میں دہرائی کرنے پر مقرر کر دیا گیا، اور آپ چار سال دہرائی کرتے رہے۔'' (۳)

کامیاب طلباء:

ایڈورڈ گبن کے مطابق:

''مختلف اوقات میں نظامیہ بغداد سے چھ ہزار طلباء ہر درجے کے کامیاب ہو کر نکلے ہیں۔ جن میں امراء اور اہل حرفہ دونوں کے لڑکے شامل تھے۔'' (۴)

لیکن یہ تعداد جامعہ نظامیہ کی عمر کے لحاظ سے بہت کم ہے اور اس پر اضافہ کثیر کی گنجائش ہے۔ (۵) مگر افسوس ہے کہ نظامیہ کے عہد میں، وہاں کا سند یافتہ اپنے نام کے ساتھ نظامی نہیں لکھتا تھا، بلکہ اپنے استاد کے نام سے شہرت پاتا تھا۔ (۶) ورنہ اسمائے رجال سے فیصلہ ہو جاتا کہ زائد از تین صدیوں میں کس قدر ارباب کمال، جامعہ نظامیہ سے فیضیاب ہوئے۔ یہ بات ویسے بھی قرین قیاس نہیں کہ جامعہ نظامیہ بغداد کی پوری تاریخ یعنی تین سو اڑتیس سالوں میں صرف چھ ہزار کامیاب طلبہ نکلے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر سال صرف ۱۸ طالب علم اوسطاً فارغ التحصیل ہوتے تھے۔

نظامیہ بغداد نے تقریباً تین سو سال کے عرصہ پر محیط اپنی علمی زندگی میں علماء، ادباء اور فقہاء کی کثیر تعداد پیدا کی جنہوں نے اسلامی معاشرے میں علمی سرگرمیوں کو مہمیز دی۔ علم کے شیدائیوں اور تشنہ لبوں کی ایک بڑی تعداد تھی جو مشرق میں ماوراء جیحون

سے لے کر مغرب میں اسلام کے بعید ترین کونے یعنی اندلس تک سے اس باشکوہ علمی مرکز کا رخ کیا کرتے تھے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نظامیہ کے طلباء کی تعداد ہر دور میں ہی زیادہ رہی ہے اور کئی ادوار میں تو ان کی تعداد کئی ہزار رہی۔ استاد کے سبق کو شاگردوں کے لیے دہرانے والوں یعنی معیدوں کی موجودگی خود اس بات کی دلیل ہے کہ طلبہ کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی اور وہ مجالس درس میں بہت کثرت سے شرکت کرتے تھے۔ (۷)

ابن کثیر کے مطابق، شعبان ۵۱۷ھ میں الیا قرحی کی جگہ جب اسعد میہنی نظامیہ بغداد کے ناظر اور مدرس کی حیثیت سے آئے تو انہوں نے نظامیہ کے طلبہ کی فہرست سے بہت سے وظیفہ پانے والوں کے نام کاٹ دیے اور طلبہ کی اتنی بڑی تعداد میں سے صرف دو سو پر اکتفا کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ حرکت طلبہ پر گراں گزری اور کئی حوادث و واقعات کے ظہور کا سبب بنی۔ (۸)

المختصر جن ناموروں نے مختلف اوقات میں اس چشمہ علم وعرفان سے فیض پایا، ان کی تعداد چھ ہزار سے کہیں اوپر ہے۔ ان میں سینکڑوں مشہور اور معروف زمانہ ہوئے۔ مثلاً فخر الاسلام ابوبکر الشاشی، متعدد علوم کے حامل ابوالفتح کمال موسیٰ بن یونس، نامور ادیب امام خطیب تبریزی، ابو منصور موہوب بن احمد الجوالیقی، فارسی زبان کے مشہور شاعر و نثر نگار شیخ مصلح الدین شیرازی، مشہور شاعر ابوالدر یاقوت بن عبداللہ رومی، مراکش واندلس میں موحدون (۹) کی حکومت قائم کرنے والے روحانی پیشوا ابوعبداللہ ابن تومرت بھی شامل ہیں۔ (۱۰)

لیکن درج ذیل وجوہ کی بناء پر جامعہ نظامیہ بغداد کے تمام فارغ التحصیل طلباء کی فہرست نہیں بنائی جا سکتی:

اولاً۔ ایسی سرکاری دستاویزات دستیاب نہیں جن سے داخلہ لینے والے طلباء یا جامعہ کی اقامت گاہ میں مقیم رہائشی طلباء کے کوائف معلوم کیے جا سکیں۔

ثانیاً۔ جیسا کہ پہلے بھی نشاندہی کی گئی، اُس دور میں جامعہ سے وابستہ طلباء اپنے نام کے ساتھ کوئی لاحقہ نہیں لگاتے تھے۔

ثالثاً۔ بعض قدیم کتب اور منابع و مصادر کے ضائع ہو جانے سے یہ ممکن نہیں رہا کہ جامعہ کے تمام فارغ التحصیل طلباء کی فہرست مرتب کی جا سکے۔

بہرحال ذیل میں ہم ان طلباء کے اسمائے گرامی اور بالاختصار حالات درج کرتے ہیں جنہیں تاریخ نے محفوظ رکھا ہے۔

۱۔ **ابراہیم بن محمد بن منصور:** ابراہیم بن محمد بن منصور، ابن عمر ابوالولید کرخی، آپ نے شیخ ابواسحاق شیرازی اور ابوسعد المتولی سے فقہ سیکھی، حتیٰ کہ آپ فقہ اور نیکی میں اپنے زمانے کے یکتا ہو گئے۔ ۵۳۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۱۱)

۲۔ **ابن الرجیحی، محمد بن طاہر العباسی:** محمد بن طاہر العباسی، آپ ابن الرجیحی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ نے ابن الصباغ سے فقہ سیکھی اور فیصلوں میں نیابت کی۔ ۴۷۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۱۲)

۳۔ **ابن شداد، بہاء الدین ابوالمحاسن یوسف بن رافع:** ابوالمحاسن یوسف بن رافع بن تمیم بن عتبہ بن محمد بن عتاب الاسدی، قاضی حلب، المعروف بابن شداد، الملقب بہاء الدین، الفقیہ الشافعی، مدرس نظامیہ بغداد، آپ ۱۰ رمضان ۵۳۹ھ کی شب کو موصل میں پیدا ہوئے، وہیں قرآن کریم حفظ کیا، پھر شیخ ابوبکر یحییٰ بن سعدون قرطبی موصل آئے تو سبع طرق آپ کو سنائے اور فن

قرات کو آپ سے پختہ کیا۔ مکمل اہلیت کے بعد آپ بغداد آئے اور مدرسہ نظامیہ کے رہائشی طالب علم بن گئے۔ تھوڑی عرصے بعد ہی آپ کو اس میں دہرائی کرنے پر مقرر کر دیا گیا۔ آپ نے چار سال تک معید کے فرائض انجام دیے۔ (۱۳) ۱۳ صفر ۶۳۲ھ کو بدھ کے روز آپ کا انتقال ہوا۔ (۱۴)

۴۔ **ابن وودہ محمد بن اسماعیل البقال:** ابن وودہ محمد بن اسماعیل البقال، آپ نظامیہ بغداد کے طالب علم تھے۔ آپ نے معید کے فرائض بھی انجام دیے۔ ۵۸۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۱۵)

۵۔ **ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن نبہان:** ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن نبہان بن محرز الغنوی، الرقی، الصوفی، آپ کی ولادت ۴۵۹ھ میں ہوئی۔ آپ نے نظامیہ بغداد میں امام غزالی اور ابو بکر الشاشی سے کسب علم کیا۔ ذی الحجہ ۵۴۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۱۶)

۶۔ **ابو اسحاق ابراہیم بن نصر بن عسکر الموصلی:** ابو اسحاق ابراہیم بن نصر بن عسکر الملقب ظہیر الدین قاضی السلامیہ، الفقیہ الشافعی، الموصلی، آپ نے موصل میں قاضی ابو عبداللہ الحسین ابن نصر بن خمیس موصلی سے فقہ سیکھی اور آپ سے سماع کیا۔ پھر بغداد آئے اور وہاں ایک جماعت سے سماع کیا اور اپنے شہر واپس چلے گئے، اور السلامیہ (۱۷) کے قاضی بنے۔ اربل میں ابو البرکات عبدالرحمن بن محمد بن انبار نحوی سے ان کی کچھ تصانیف کی بھی روایت کی۔ (۱۸) آپ فاضل فقیہ تھے۔ اصلاً آپ عراق کے السندیہ سے تھے، آپ نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ میں فقہ سیکھی، حدیث کا سماع کیا اور اسے روایت کیا۔ (۱۹) ۳ ربیع الثانی ۶۱۰ھ بروز جمعرات السلامیہ میں آپ نے وفات پائی۔ (۲۰)

۷۔ **ابو اسحٰق ابراہیم بن یحییٰ کلبی غزی:** ابو اسحٰق ابراہیم بن یحییٰ کلبی غزی، آپ مشہور شاعر ہیں۔ ۴۸۱ھ میں آپ بغداد آئے اور چند سال نظامیہ بغداد میں مقیم رہ کر کسب علم کیا۔ پھر آپ خراسان چلے گئے۔ ۵۲۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۲۱)

۸۔ **ابو البدر ابراہیم بن محمد الکرخی:** ابو البدر ابراہیم بن محمد، ابن منصور بن عمر الکرخی، آپ نے ابو الحسین ابن النقور، اور ابو محمد الصریفینی و دیگر سے سماع حدیث کیا۔ نظامیہ بغداد میں شیخ ابو اسحاق شیرازی اور ابو سعد المتولی سے فقہ سیکھی۔ بروز جمعہ ۲۹ ربیع الاول ۵۳۹ھ کو آپ نے وفات پائی۔ (۲۲)

۹۔ **ابو البرکات سعید بن ھبۃ اللہ ابن الصباغ:** ابو البرکات سعید بن ھبۃ اللہ ابن الصباغ، آپ نظامیہ بغداد کے طالب علم تھے۔ ۶۱۰ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (۲۳)

۱۰۔ **ابو البرکات عبدالرحمن بن ابی الوفاء الانباری النحوی:** ابو البرکات عبدالرحمن بن ابی الوفاء، محمد بن عبیداللہ ابن سعید محمد بن الحسن بن سلیمان الانباری، الملقب کمال الدین النحوی، آپ علم نحو میں ان آئمہ میں سے تھے، جن کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ آپ نے بچپن سے لے کر وفات تک بغداد میں سکونت رکھی۔ آپ نے نظامیہ بغداد میں فقہ شافعی کی تعلیم حاصل کی، ابو منصور ابن الجوالیقی سے لغت پڑھی اور الشریف ابو السعادات ہبۃ اللہ الشجری کی صحبت اختیار کی اور علم ادب میں تبحر حاصل کیا۔ (۲۴) آپ کی وفات ۹ شعبان ۵۷۷ھ کی شب جمعہ کو بغداد میں ہوئی۔ آپ کو باب ابرز میں شیخ ابو اسحاق شیرازی کے قبرستان میں دفن کیا

گیا۔ (۲۵)

۱۱۔ **ابو البرکات عبداللہ بن خضر بن حسین موصلی:** ابو البرکات عبداللہ بن خضر بن حسین موصلی، المعروف بابن الشیرجی، آپ عالم وزاہد، سیرت و کردار میں سلف کا نمونہ تھے۔ آپ کی پیدائش موصل میں ہوئی۔ وہیں آپ نے قرآن پڑھا اور سماع حدیث کیا۔ پھر آپ بغداد آئے اور نظامیہ میں ابن الرزاز سے کسب علم کیا اور معید کے منصب پر پہنچے۔ آپ نے بصرہ کے قاضی کی حیثیت سے بھی اپنے فرائض انجام دے۔ آپ موصل کی مسجد میں درس دیتے تھے۔ خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۵۷۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۲۶)

۱۲۔ **ابو البرکات محمد بن الموفق بن سعید:** ابو البرکات محمد بن الموفق بن سعید بن علی بن الحسن بن عبداللہ الخبوشانی، الملقب نجم الدین، الفقیہ الشافعی، آپ فاضل فقیہ اور بہت متقی تھے۔ آپ کی ولادت ۳ رجب ۵۱۰ھ کو استوی خبوشان (۲۷) میں ہوئی۔ آپ نے محمد ابن یحییٰ سے فقہ سیکھی۔ جب سلطان صلاح الدین ایوبی، مصر میں بااختیار ہو گیا تو اس نے آپ کو مقرب بنایا اور آپ کا اکرام کیا۔ کہتے ہیں کہ اس نے آپ کو امام شافعی کی قبر کے نزدیک مدرسہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اور جب مدرسہ تعمیر ہو گیا تو اس نے اس کی تدریس آپ کے سپرد کر دی۔ آپ کی تصانیف میں "المحیط فی شرح الوسیط" اور "تحقیق المحیط" شامل ہیں۔ آپ کی وفات ۲۲ ذوالقعدہ ۵۸۷ھ کو بدھ کے روز مدرسہ مذکورہ میں ہوئی۔ (۲۸)

۱۳۔ **ابو الحسن الشاشی الرملی العثمانی:** ادریس بن حمزہ ابو الحسن الشاشی الرملی العثمانی، آپ شافعی مذہب کے بڑے مناظر تھے۔ آپ نے سب سے پہلے نصر بن ابراہیم سے فقہ سیکھی، پھر بغداد میں ابو اسحاق شیرازی سے فقہ سیکھی۔ پھر خراسان چلے گئے، حتیٰ کہ ماوراء النہر تک پہنچ گئے، سمرقند میں قیام کیا اور اس کے مدرسہ میں پڑھایا۔ ۵۰۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۲۹)

۱۴۔ **ابو الحسن سعد الخیر بن محمد بن سھل بن سعد:** ابو الحسن سعد الخیر بن محمد بن سھل بن سعد الاندلسی الانصاری، آپ نے اندلس سے بلاد ہند اور چین کا سفر کیا۔ پھر بغداد آئے اور ابو حامد غزالی سے فقہ سیکھی، سماع حدیث کیا، اور خطیب تبریزی سے ادب کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی تصانیف بھی ہیں۔ ۱۰ محرم ۵۴۱ھ بروز ہفتہ آپ کا انتقال ہوا۔ (۳۰)

۱۵۔ **ابو الحسن علی بن احمد بن بکری:** ابو الحسن علی بن عمر بن عبد الباقی بن بکری، آپ نظامیہ بغداد کے طالب تھے۔ آپ نے ابو منصور الجوالیقی سے ادب اور نحو کی معرفت حاصل کی۔ ادب پر آپ نے کئی کتابیں لکھیں۔ آپ خوشخط تھے۔ آپ نظامیہ کے کتب خانے کے خازن بھی رہے۔ ۱۸ رمضان ۵۷۵ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔ (۳۱)

۱۶۔ **ابو الحسن علی بن علی بن سعادۃ الفارقی:** ابو الحسن علی بن علی بن سعادۃ الفارقی، آپ فاضل فقیہ، مناظر اور واعظ تھے۔ میافارقین میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ نے تبریز کا سفر کیا اور وہاں فقیہ علی ابو عمر سے فقہ پڑھی اور سماع حدیث کیا۔ پھر آپ بغداد آئے اور شیخ ابو النجیب سہروردی کی صحبت اختیار کی اور کچھ عرصے وعظ کیا۔ پھر آپ نے نظامیہ بغداد میں سکونت اختیار کر لی اور مدرس نظامیہ بغداد ابن بندار دمشقی سے کسب فیض کیا، دہرائی کی اور مدرس کے منصب پر پہنچے۔ آپ نے عباسی خلیفہ ناصر الدین (۵۷۵ھ / ۱۱۷۹ء۔ ۶۲۳ھ / ۱۲۲۵ء) کی والدہ کے مدرسہ میں بھی پڑھایا۔ ۶۰۲ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (۳۲)

۱۷۔ ابوالحسن علی بن عسکر بن ثابت البلحی: ابوالحسن علی بن عسکر بن ثابت البلحی، آپ قسیم کے نام سے مشہور ہیں۔ ادیب، شاعر اور ماہر لغت تھے۔ آپ نے اپنے اشعار کا ایک حماسہ مرتب کیا ہے۔ آپ نے بغداد آ کر ابن الخشاب سے نحو سیکھی، اس سے عمدہ باتیں حاصل لیں، اور لغت اور عربوں کے اشعار بھی حاصل کیے۔ آپ نے موصل میں اقامت اختیار کر لی اور وہیں ۶۰۱ھ میں وفات پائی۔ (۳۳)

۱۸۔ ابوالحسن علی بن محمد بن علی الطبری الکیاالہراسی: ابوالحسن علی بن محمد بن علی الطبری، الملقب عماد الدین، المعروف بالکیاالہراسی، الفقیہ الشافعی، آپ طبرستان کے باشندے تھے۔ آپ نیشاپور گئے اور مدت تک امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی سے فقہ سیکھتے رہے حتیٰ کہ ماہر ہو گئے۔ پھر نیشاپور سے بیہق چلے گئے اور وہاں مدت تک پڑھایا، پھر عراق چلے گئے اور نظامیہ بغداد کی تدریس سنبھال لی، اور تاحیات پڑھاتے رہے۔ آپ درس میں امام الحرمین کی دہرائی کرنے والوں کے سرکردہ لوگوں میں سے تھے اور ابوحامد غزالی کے ثانی تھے۔ (۳۴) الکیاالہراسی کی ولادت ذوالقعدہ ۴۵۰ھ میں ہوئی اور وفات یکم محرم ۵۰۴ھ کو جمعرات کے روز عصر کے وقت بغداد میں ہوئی اور تدفین شیخ ابواسحاق شیرازی کے قبرستان میں ہوئی۔ (۳۵)

۱۹۔ ابوالحسن محمد بن عبدالملک الکرخی: ابوالحسن محمد بن عبدالملک الکرخی ابن محمد بن عمر، محقق، فقیہ، آپ نے مختلف شہروں میں بہت سماع کیا۔ آپ نے ابواسحاق شیرازی اور دیگر علمائے شافعیہ سے فقہ سیکھی۔ آپ فصیح شاعر تھے۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں سے ''الفصول فی اعتقا الائمۃ الفحول'' بھی ہے۔

آپ کے اشعار ہیں:

تنـأت داره عنـي ولكـن
خيـال جمـالـه فـي القلـب سـاكن
اذا امتلاء الـفـؤاد بـه فـمـا اذا
يضـر اذا خلـت منـه الامـاكن

''اس کا گھر مجھ سے دور ہے لیکن اس کے حسن و جمال کا خیال میرے دل میں جاگزیں ہے۔ جب دل ہی اس سے بھر جائے تو دل کی تنہائی نقصان نہیں دیتی۔''

آپ نے ۵۳۲ھ میں ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (۳۶)

۲۰۔ ابوالحسن محمد بن علی بن الحسن بن عمر: ابوالحسن محمد بن علی بن الحسن بن عمر، المعروف بابن ابی الصقر الواسطی، الفقیہ الشافعی، آپ نے شیخ ابواسحاق شیرازی سے فقہ سیکھی، لیکن ادب و شعر آپ پر غالب آ گیا اور اسی سے آپ مشہور ہوئے۔ آپ بلاغت، فضل، خوشخطی، اور جودت شعر میں کامل تھے۔ (۳۷) آپ کی ولادت ۱۳ ذوالقعدہ ۴۰۹ھ کو سوموار کی رات ہوئی اور وفات ۱۴ جمادی الاولیٰ ۴۹۸ھ بروز جمعرات واسط میں ہوئی۔ (۳۸)

۲۱۔ ابوالدر یاقوت بن عبداللہ رومی: ابوالدر یاقوت بن عبداللہ رومی، الملقب مہذب الدین، مشہور شاعر، مولیٰ ابومنصور

الجیلی، تاجر، آپ نے علم میں اشتغال کیا اور ادب میں کمال حاصل کیا۔ جب آپ ممتاز اور ماہر ہو گئے تو اپنا نام عبدالرحمٰن رکھا اور نظامیہ بغداد میں قیام کیا۔ ابن الدبیثی (۳۹) نے اپنی کتاب ''الذیل'' میں آپ کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ اس نے بیان کیا ہے کہ آپ نے بغداد میں پرورش پائی، قرآن کریم حفظ کیا، ادب پڑھا، خوبصورت تحریر لکھی اور شعر کہے۔ (۴۰) ۶۲۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۴۱)

۲۲۔ ابوالدر یاقوت بن عبداللہ موصلی: ابوالدر یاقوت بن عبداللہ موصلی کاتب، الملقب امین الدین، سلطان ابوالفتح ملک شاہ بن سلجوق کی طرف نسبت سے ملکی کے نام سے مشہور، آپ موصل آئے اور ابومحمد سعید بن المبارک ابن الدھان نحوی سے نحو سیکھی اور اپنی جملہ تصانیف انہیں سنائیں۔ ابوالدر یاقوت بن عبداللہ کی تحریر نہایت خوبصورت تھی، آپ بسیار نویس تھے۔ آپ کے آخری زمانے میں کوئی شخص حسن خط میں آپ کی مثل نہ تھا۔ (۴۲) آپ نے ۶۱۸ھ میں موصل میں وفات پائی۔ (۴۳)

۲۳۔ ابوالرضا کمال الدین عبدالرحیم بن محمد بن یاسین: ابوالرضا کمال الدین عبدالرحیم بن محمد بن یاسین، آپ نظامیہ بغداد کے طالب علم تھے۔ آپ نے معید کے فرائض بھی انجام دیے۔ ۶۳۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۴۴)

۲۴۔ ابوالشکر محمود بن سلیمان بن الشہر زوری: ابن المحتسب، ابوالشکر محمود بن سلیمان بن شہرزوری، آپ نے نظامیہ بغداد میں تعلیم حاصل کی۔ ۵۹۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۴۵)

۲۵۔ ابوالعباس احمد بن سلامہ ابن عبداللہ الرطبی: احمد بن سلامہ ابن عبداللہ بن مخلد بن ابراہیم، ابوالعباس الرطبی، آپ نے بغداد میں ابواسحاق شیرازی اور ابن الصباغ سے اور اصبہان میں محمد بن ثابت خجندی سے فقہ سیکھی، پھر بغداد میں الحریم کے فیصلوں کا کام اور بغداد میں احتسابِ کا کام سنبھالا۔ رجب ۵۲۷ھ میں آپ نے وفات پائی اور ابواسحاق کے پاس دفن ہوئے۔ (۴۶)

۲۶۔ ابوالعباس احمد بن عمر بن الحسن الکردی: ابوالعباس احمد بن عمر بن الحسن الکردی، آپ نے تبریز میں فقیہ ابن ابی عمر سے فقہ سیکھی۔ پھر آپ بغداد آئے اور اسے ہی اپنا وطن بنا لیا۔ نظامیہ بغداد میں آپ معید کے منصب پر پہنچے۔ کہا جاتا ہے کہ شیخ ابواسحاق شیرازی کی کتاب ''المہذب'' آپ کو مکمل حفظ تھی۔ آپ ان فقہاء میں سے تھے جو اپنے فضل، زہد، دیانت اور تقویٰ کی وجہ سے مشہور تھے۔ (۴۷) ذی الحجہ ۵۹۱ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (۴۸)

۲۷۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد الدوری: ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد الدوری، آپ نظامیہ میں رہائش رکھتے تھے۔ آپ نے فقہ، خلاف اور اصول کی تعلیم مجیر بغدادی سے حاصل کی۔ آپ بہت خوشخط تھے۔ ربیع الاول ۵۹۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۴۹)

۲۸۔ ابوالعباس الخضر بن نصر بن عقیل الاربلی: ابوالعباس الخضر بن نصر بن عقیل بن نصر الاربلی، الفقیہ الشافعی، آپ نے بغداد میں الکیاالہراسی اور ابن الشاشی سے علم حاصل کیا۔ بغداد کے متعدد مشائخ سے ملاقات کی، پھر اربل واپس آ گئے۔ وہاں امیر ابومنصور سرفتکین الزینی نائب حاکم اربل نے آپ کے لیے قلعہ کا مدرسہ بنایا۔ آپ نے ایک زمانہ تک اس میں پڑھایا۔ آپ اربل

میں پڑھانے والے پہلے شخص ہیں۔ تفسیر وفقہ وغیرہ کے بارے میں آپ کی شاندار کثیر تصانیف ہیں۔ آپ کی ایک کتاب ہے، جس میں آپ نے رسول کریم ﷺ کے ۳۶ خطبات کا ذکر کیا ہے، جو سب کے سب مسندہ (یعنی ان کی سند ان کے قائل تک پہنچائی گئی ہے) ہیں۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا اور آپ سے فائدہ اٹھایا۔ آپ صالح، زاہد، عابد، متقی، مبارک اور منکسر المزاج تھے۔ (۵۰) آپ دمشق آئے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا، پھر اربل واپس چلے گئے۔ آپ سے تربیت پانے والوں میں شیخ فقیہ ضیاء الدین ابو عمرو عثمان بن عیسیٰ بن درباس الھدبانی، شارح المہذب بھی ہیں۔ نیز آپ کے بھتیجے عز الدین ابو القاسم نصر بن عقیل بن نصر وغیرہ نے بھی آپ سے تربیت پائی۔ آپ کی ولادت ۴۷۳ھ میں اور وفات ۱۴ جمادی الثانی ۵۶۷ھ میں جمعہ کی رات کو اربل میں ہوئی۔ (۵۱)

۲۹۔ ابو العز شرف بن علی: ابو العز شرف بن علی ابن ابی جعفر بن کامل الخالصی المقری، الفقیہ الشافعی، نابینا، آپ نے نظامیہ بغداد میں فقہ سیکھی اور حدیث کا سماع کیا۔ ۶۱۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۵۲)

۳۰۔ ابو الفتح احمد بن علی بن برہان: ابو الفتح احمد بن علی بن برہان جو ابن الحمامی کے نام سے مشہور ہیں، آپ نے ابو الوفا بن عقیل سے فقہ سیکھی، اور امام احمد کے مذہب میں یکتا ہو گئے۔ پھر کچھ باتوں کے باعث آپ کے اصحاب ناراض ہو گئے تو اس بات نے آپ کو امام شافعی کے مذہب کی طرف منتقل ہونے پر آمادہ کیا۔ آپ نے الشاشی اور امام غزالی سے اشتغال کیا اور ماہر ہو گئے۔ آپ نے ایک ماہ نظامیہ بغداد میں پڑھایا۔ جمادی الاولیٰ ۵۱۷ھ میں آپ نے وفات پائی اور باب ابرز میں دفن ہوئے۔ (۵۳)

۳۱۔ ابو الفتح احمد بن علی بن محمد الوکیل: ابو الفتح احمد بن علی بن محمد الوکیل، المعروف بابن برہان، الفقیہ الشافعی، آپ اصول وفروع اور متفق اور مختلف میں متبحر تھے۔ آپ نے ابو حامد غزالی، ابو بکر الشاشی اور الکیا الھراسی سے فقہ سیکھی اور اس میں ماہر ہو گئے۔ آپ نے اصول فقہ میں کتاب ''الـوجـیز'' تصنیف کی اور بغداد میں ایک ماہ سے کم عرصہ مدرسہ نظامیہ کی تدریس کی ذمہ داری کو سنبھالا اور ۵۲۰ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ (۵۴)

۳۲۔ ابو الفتح الاشری: ابو الفتح الاشری، الفقیہ الشافعی، آپ نظامیہ بغداد کے طالب علم اور اس کے دہرائی کرنے والوں میں سے ایک تھے۔ آپ نے سلطان نور الدین زنگی کی مختصر سیرت بھی تالیف کی ہے۔ (۵۵)

۳۳۔ ابو الفتح بن باقرحی: ابو الفتح بن باقرحی، عبد الواحد بن حسن، آپ فقہائے نظامیہ بغداد میں سے تھے۔ جمادی الثانی ۵۱۷ھ میں سلطان سنجر کا شاہی فرمان لے کر بغداد آئے اور منصب تدریس اور امور ادارہ کی ذمہ داری سنبھالی۔ شعبان ۵۱۷ھ تک آپ اس عہدے پر رہے۔ پھر آپ کی جگہ اسعد میہنی کا انتخاب عمل میں آ گیا۔ ۵۳۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۵۶)

۳۴۔ ابو الفتح کمال الدین موسیٰ بن یونس: ابو الفتح موسیٰ بن ابی الفضل یونس بن محمد بن منعہ بن مالک بن محمد، الملقب کمال الدین، الفقیہ الشافعی، آپ نے موصل میں اپنے والد سے فقہ سیکھی۔ پھر ۵۷۱ھ میں بغداد آئے، مدرسہ نظامیہ میں قیام کیا اور معید نظامیہ بغداد سدید سلماسی سے اشتغال کیا۔ ان دنوں شیخ رضی الدین ابو الخیر احمد بن اسماعیل بن یوسف بن محمد بن عباس قزوینی مدرسہ نظامیہ کے مدرس تھے، ان سے آپ مسائل خلافیہ اور اصول پڑھتے اور ابو البرکات عبد الرحمٰن بن محمد انباری سے ادب کی تحقیق

کی، یہاں تک کہ ممتاز اور ماہر ہو گئے۔ (۵۷) آپ نے موصل میں متعدد مدارس میں پڑھایا اور ہر فن میں بہت سے لوگوں نے آپ سے مہارت حاصل کی۔ (۵۸)

ابن خلکان کا بیان ہے کہ جب آپ کی فضیلت کا چرچا ہو گیا تو فقہاء آپ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ تمام علوم میں متبحر تھے۔ آپ نے اس قدر علوم کو اکٹھا کیا کہ کسی نے انہیں اکٹھا نہیں کیا تھا، آپ علم ریاضت میں منفرد تھے۔ فقہاء کہا کرتے تھے کہ آپ چوبیس فنون کو بہت اچھی طرح جانتے تھے ان میں سے مذہب بھی ہے، آپ اس میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ فن حکمت، منطق اور طبیعی اور الٰہی طب بھی جانتے تھے اور فنون ریاضت میں سے اقلیدس، ہیئت، مخروطات، متوسطات اور مجسطی (۵۹) کو جانتے تھے۔ اور انواع حساب، مفتوح، جبر ومقابلہ، ارثمیطیق، طریق الخطائین، موسیقی، مساحت کی ایسی واقفیت رکھتے تھے کہ کوئی دوسرا ان میں آپ سے شراکت نہ رکھتا تھا۔ (۶۰) آپ شاعر کے اس شعر کا مصداق تھے۔

وكــان مـن الـعـلـوم بـحـيـث يـقـضـى
لــه فــى كـل فـن بـالـجـمـيـع (۶۱)

وہ علوم میں ایسے مقام پر تھا کہ ہر فن میں اسی کے حق میں فیصلہ دیا جاتا تھا کہ وہ پورے فن کو جانتا ہے۔

آپ نے علم الاوفاق میں ایسے طریقوں کا استخراج کیا کہ کسی نے ان کی طرف راہ نہیں پائی۔ آپ عربی اور تصریف میں مکمل تحقیق کرتے تھے۔ آپ کو تفسیر، حدیث، اسماء الرجال اور اس کے متعلقہ امور میں بہت دسترس حاصل تھی۔ تواریخ، ایام العرب، ان کے وقائع، اشعار اور خطبات کا بہت سا حصہ بھی یاد تھا۔ آپ توراۃ اور انجیل کے زبردست شارح تھے، خود اہل ذمہ تسلیم کرتے کہ ان کے پاس ابو الفتح جیسا شارح انجیل وتوراۃ نہیں۔ (۶۲)

آپ کے اشعار عمدہ ہیں، شاہ موصل بدر الدین لولو کی مدح میں آپ کہتے ہیں:

لـئـن شـرفـت ارض بـمـالـك رقـهـا
فـمـمـلـكـة الـدنـيـا بـكـم تـتـشـرف
بـقـيـت بـقـاء الـدهـر امـرك نـافـذ
وسعيك مشكور وحكمك منصف (۶۳)

''اگر دنیا کو زینت دی گئی ہے تو تجھے اس سے کیا واسطہ، دنیا کی حکومت تجھ سے شرف حاصل کرتی ہے، تو ہمیشہ زندہ رہے اور تیرا امر نافذ رہے اور تیری کوشش کا تجھے بدلہ ملے اور تیرا فیصلہ منصفانہ ہو۔''

آپ کی ولادت ۵ صفر ۵۵۱ھ کو جمعرات کے روز موصل میں ہوئی اور وہیں آپ نے ۱۴ شعبان ۶۳۹ھ کو وفات پائی۔ (۶۴)

۳۵۔ ابو الفتوح نصر اللہ بن منصور بن سہل الدویقی: ابو الفتوح نصر اللہ بن منصور بن سہل الدویقی، (۶۵) آپ بغداد آئے اور نظامیہ میں امام غزالی سے علم حاصل کیا۔ آپ صالح اور فقیہ تھے۔ رمضان ۵۳۹ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۶۶)

۳۶۔ ابوالفضائل قاسم بن یحییٰ بن عبداللہ بن قاسم بن شہرزوری: ابوالفضائل قاسم بن یحییٰ بن عبداللہ بن قاسم بن شہرزوری، ۵۳۴ھ کو آپ ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کا گھرانا علم وفضل کے حوالے سے مشہور ہے۔ آپ نے نظامیہ بغداد میں یوسف دمشقی سے فقہ سیکھی۔ ابوطاہر سلفی سے سماع حدیث کیا۔ آپ بغداد کے قاضی القضاۃ بھی رہے۔ رجب ۵۹۹ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (۶۷)

۳۷۔ ابوالفضل احمد بن یحییٰ بن عبدالباقی: ابوالفضل احمد بن یحییٰ بن عبدالباقی بن عبدالواحد بن محمد الزہری البغدادی، المعروف بابن شقران، آپ کی ولادت ۴۸۳ھ میں ہوئی۔ آپ نے ابوالحسن بن العلاف، ابوالغنائم بن المہدی باللہ، ابوالقاسم بن بیان الرزاز وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔ نظامیہ بغداد میں معید کے منصب پر پہنچے۔ محرم ۵۶۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۶۸)

۳۸۔ ابوالفضل بن الیاس بن جامع اربلی: ابوالفضل بن الیاس بن جامع اربلی، آپ نے نظامیہ بغداد میں فقہ سیکھی اور حدیث کا سماع کیا۔ تاریخ وغیرہ کو تصنیف کیا اور حسن کتابت شروط میں منفرد ہو گئے۔ آپ کو فضیلت اور نظم حاصل ہے۔ ۶۰۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۶۹)

۳۹۔ ابوالفضل عبداللہ بن احمد طوسی، خطیب موصل: ابوالفضل عبداللہ بن احمد طوسی، آپ نے نظامیہ بغداد میں فقہ اور اصول کی تعلیم ابوبکر الشاشی سے اور ادب کی معرفت ابوزکریا تبریزی سے حاصل کی۔ ایک زمانے تک موصل کے خطیب بھی رہے۔ ۵۷۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۷۰)

۴۰۔ ابوالفضل محمد بن ابی محمد شہرزوری: ابوالفضل محمد بن ابی محمد بن عبداللہ بن ابی احمد القاسم الشہرزوری، الملقب بہ کمال الدین، الفقیہ الشافعی، آپ نے بغداد میں اسعد المیہنی سے فقہ سیکھی اور ابوالبرکات محمد بن محمد بن خمیس الموصلی سے حدیث کا سماع کیا۔ آپ موصل کے قاضی بنے اور وہاں شافعیہ کے لیے مدرسہ بنایا اور مدینۃ الرسول ﷺ میں خانقاہ بنائی، آپ وہاں سے عمادالدین زنگی اتابک کی طرف سے خط لے کر بغداد آیا کرتے تھے۔ جب عمادالدین زنگی کا بیٹا سیف الدین غازی حاکم بنا تو اس نے موصل میں تمام امور کو قاضی کمال الدین اور ان کے بھائی کے سپرد کر دیا۔ (۷۱) ۵۵۰ھ میں آپ حاکم شام نورالدین محمود کے پاس دمشق چلے گئے۔ صفر ۵۵۵ھ میں آپ نے قضاء سنبھالی۔ نورالدین محمود کے انتقال کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی دمشق کا مالک بنا تو اس نے آپ کو برقرار رکھا۔ آپ فقیہ، ادیب، شاعر، کاتب، دانشمند اور خوش طبع ہمنشین تھے۔ آپ بہت صدقہ وخیرات اور نیک کام کرنے والے تھے۔ آپ نے موصل، نصیبین، اور دمشق میں بہت اوقاف وقف کیے۔ آپ عظیم سردار، اور تدبیر حکومت کے بڑے ماہر تھے۔ (۷۲) آپ کی ولادت ۴۹۲ھ میں موصل میں ہوئی اور وفات ۶ محرم ۵۷۲ھ کو بروز جمعرات دمشق میں ہوئی۔ (۷۳)

۴۱۔ ابوالفضل محمد بن عبدالکریم رافعی قزوینی: محمد بن عبدالکریم بن الفضل ابوالفضل القزوینی الرافعی الشافعی، آپ نے اپنے شہر میں ملکداد بن علی العمرکی سے فقہ سیکھی۔ پھر آپ بغداد آئے اور نظامیہ میں الرزاز سے کسب فیض کیا۔ ۵۸۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۷۴)

۴۲۔ ابوالفضل یحییٰ بن علی بن عبدالعزیز: ابوالفضل یحییٰ بن علی بن عبدالعزیز، قاضی دمشق، آپ ۴۴۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے نظامیہ بغداد میں ابوبکر الشاشی سے فقہ سیکھی اور دمشق میں قاضی علی المروزی سے کسب فیض کیا۔ ۵۳۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۷۵)

۴۳۔ ابوالفضل یونس بن محمد بن منعہ: ابوالفضل یونس بن محمد بن منعہ بن مالک بن محمد بن سعد بن سعید بن عاصم بن عائذ بن کعب بن قیس، الملقب بہ رضی الدین الاربلی، شیخ عمادالدین ابوحامد محمد اور شیخ کمال الدین ابوالفتح موسیٰ کے والد۔ آپ کی ولادت اربل میں ہوئی۔ (۷۶) موصل آ کر آپ نے تاج الاسلام ابوعبداللہ الحسین بن نصر المعروف بابن خمیس الکعبی الجہنی سے فقہ سیکھی اور آپ کو آپ کی بہت سی کتب اور مسموعات کا سماع کرایا۔

پھر آپ بغداد آئے اور وہاں شیخ ابومنصور سعید بن محمد بن عمر المعروف بابن الرزاز مدرس نظامیہ سے فقہ سیکھی اور پھر موصل چلے گئے اور وہاں رہائش اختیار کر لی۔ آپ کو موصل کے متولی امیر زین الدین ابوالحسن علی بن بکتکین والد ملک معظم مظفرالدین حاکم اربل کے ہاں قبول تام حاصل ہوا اور اس نے آپ کو اپنی مسجد جو اسی کے نام سے مشہور ہے کی تدریس کا کام سپرد کر دیا اور اس کی نگرانی بھی آپ کے سپرد کر دی، پس آپ پڑھاتے، فتویٰ دیتے اور مناظرے کرتے تھے اور طلباء آپ کے دونوں بیٹوں کے ساتھ آپ سے علم حاصل کرنے اور مباحثہ سیکھنے کے لیے آپ کا قصد کرتے۔ آپ ہمیشہ فتویٰ، تدریس اور مناظرہ پر قائم رہے حتیٰ کہ ۶ محرم ۵۷۶ھ کو سوموار کے روز موصل میں انتقال کر گئے۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۶۸ سال تھی۔ (۷۷)

۴۴۔ ابوالفوارس سلمان بن وھب بن مھاجر الضریر: ابوالفوارس سلمان بن وھب بن مھاجر الضریر، آپ نے نظامیہ بغداد میں کسب علم کیا۔ ۶۱۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۷۸)

۴۵۔ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد الصائن: ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد ابن احمد بن حمدان الطیبی، معروف بہ الصائن، آپ نظامیہ بغداد کے طالب علم اور اس کے دہرائی کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ آپ نے الثقفیہ میں درس بھی دیا۔ آپ مذہب، فرائض اور حساب کے جاننے والے تھے۔ آپ نے "التنبیہ" کی شرح بھی لکھی۔ ۶۲۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۷۹)

۴۶۔ ابوالقاسم علی بن ابی المکارم بن فتیان دمشقی: ابوالقاسم علی بن ابی المکارم بن فتیان دمشقی، آپ مصر کے آئمہ شافعیہ میں سے تھے۔ آپ نے نظامیہ بغداد میں یوسف دمشقی سے کسب علم کیا۔ ۵۷۹ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۸۰)

۴۷۔ ابوالقاسم علی بن ابی محمد الحسن ابن عساکر: الحافظ ابوالقاسم علی بن ابی محمد الحسن بن ہبۃ اللہ ابی الحسن بن عبداللہ بن الحسین المعروف بابن عساکر، الدمشقی الملقب ثقۃ الدین، الفقیہ الشافعی، آپ اپنے وقت میں شام کے محدث تھے۔ آپ نے حدیث کی جستجو میں حد سے بڑھ کر کوشش کی، یہاں تک کہ آپ نے اس سے وہ کچھ جمع کیا جس کا کسی دوسرے کو اتفاق نہیں ہوا، آپ نے حدیث کی جستجو میں سفر کیے اور شہروں کے چکر لگائے اور مشائخ سے ملے۔ ۵۲۰ھ میں آپ نے بغداد میں برکی، تنوخی اور جوہری کے اصحاب سے سماع کیا۔ آپ کے بھائی صائن الدین ہبۃ اللہ کے بیان کے مطابق آپ نے بغداد میں اسعد المیہنی اور ابن برہان سے پڑھا اور دمشق واپس چلے گئے۔ (۸۱)

پھر خراسان، نیشاپور، ہرات، اصبہان اور الجبال کا سفر کیا اور مفید تصانیف کیں۔ آپ نے دمشق کی تاریخ کئی جلدوں میں لکھی جس میں آپ نے عجیب باتیں بیان کی ہیں اور وہ "تاریخ بغداد" کی طرز پر ہے۔ (۸۲) آپ کی ولادت یکم محرم ۴۹۹ھ میں ہوئی اور وفات ۱۱ رجب ۵۷۱ھ سوموار کی رات دمشق میں ہوئی، باب الصغیر کے قبرستان میں اپنے والد اور اپنے اہل کے پاس دفن ہوئے۔ شیخ قطب الدین نیشاپوری نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ (۸۳)

۴۸۔ ابوالقاسم عمر بن محمد بن احمد بن عکرمہ: ابوالقاسم عمر بن محمد بن احمد بن عکرمہ، المعروف بابن البزری (۸۴) الجزری، الفقیہ الشافعی، جزیرہ ابن عمر کے امام اور اس کے فقیہ اور مفتی تھے۔ آپ نے سب سے پہلے جزیرہ میں شیخ ابوالغنائم محمد بن الفرج بن منصور بن ابراہیم بن الحسن السلمی الفارقی نزیل جزیرہ بنی عمر سے فقہ سیکھی، پھر بغداد چلے گئے اور امام غزالی، ان کے بھائی اور الکیا الھراسی سے اشتغال کیا۔ امام غزالی اور ان کے بھائی احمد سے سماع کیا۔ مولف کتاب "المستظہری" الشاشی کی مصاحبت کی۔ (۸۵) علماء کی ایک جماعت سے ملے، ان سے استفادہ کیا اور جزیرہ واپس آگئے اور وہاں پڑھایا۔ شہروں سے آپ کے اشتغال کرنے اور آپ کے مذہب کو اپنانے کے لیے آپ کا قصد کیا گیا۔ آپ نے ایک کتاب بھی تصنیف کی، جس میں شیخ ابو اسحاق شیرازی کی کتاب "المھذب" کے اشکالات اور غریب الفاظ، اور اس کے رجال کے اسماء کی شرح کی اور اس کا نام "الاسامی والعلل من کتاب المھذب" رکھا۔ علم دین آپ کا مقام بلند تھا۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں جو لوگ باقی رہ گئے تھے آپ ان میں سے امام شافعی کے مذہب کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ مذہب آپ پر حاوی تھا، آپ سے خلق کثیر نے فائدہ اٹھایا۔ آپ کی ولادت ۴۷۱ھ میں ہوئی اور وفات ربیع الاول، اور بعض کے قول کے مطابق ربیع الثانی ۵۶۰ھ میں جزیرہ میں ہوئی۔ (۸۶)

۴۹۔ ابوالقاسم محمود بن مبارک، مجیر بغدادی: ابوالقاسم محمود بن مبارک، مجیر بغدادی، آپ نظامیہ بغداد کے طلباء میں سے ہیں۔ ابوالنجیب سہروردی کے درس کے معید بھی رہے۔ آپ علوم کے جامع تھے۔ (۸۷) رمضان ۵۹۲ھ میں ابن القصاب کی دعوت پر آپ نے نظامیہ میں درس دینا شروع کیا اور اسی سال ذوالقعدہ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ (۸۸)

۵۰۔ ابوالقاسم نصر بن عقیل بن نصر اربلی: ابوالقاسم نصر بن عقیل بن نصر اربلی، آپ ۵۳۴ھ میں اربل میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے والد ابوالعباس خضر بن نصر سے فقہ پڑھی۔ پھر آپ بغداد آئے اور مدرس نظامیہ بغداد یوسف دمشقی سے کسب علم کیا۔ تکمیل علم کے بعد آپ اربل لوٹ گئے اور وہاں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ۱۲ ربیع الثانی ۶۱۹ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔ (۸۹)

۵۱۔ ابوالمظفر بن ابی القاسم عبدالودود بن محمود بن مبارک: ابوالمظفر بن ابی القاسم عبدالودود بن محمود بن مبارک ابن علی بن مبارک بن حسن، اصلاً واسطی اور پیدائش اور گھرانے کے لحاظ سے بغدادی، آپ نے اپنے والد کمال الدین جو کہ المجید کے نام سے مشہور ہیں، سے فقہ سیکھی اور انہیں علم کلام سنایا۔ آپ نے دیانت و امانت میں شہرت پائی اور بڑے بڑے مناصب حاصل کیے۔ آپ متواضع اور خوش اخلاق تھے۔ ۶۱۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

آپ سنایا کرتے تھے:

العلم یاتی کل ذی خفض
ویابی علی کل آبی
کالماء ینزل فی الوھا
دولیس یصعد فی الروابی

"علم ہر جھکنے والے کے پاس آتا ہے، اور ہر اکڑ باز کے پاس سے انکار کرتا ہے۔ اور وہ پانی کی طرح گڑھوں میں اترتا ہے اور ٹیلوں پر نہیں چڑھتا۔" (۹۰)

۵۲۔ ابوالمظفر عبدالصمد بن حسن الکلاعیقی الزنجانی: ابوالمظفر عبدالصمد بن حسن بن عبدالغفار الکلاعیقی الزنجانی، آپ نے نظامیہ بغداد میں اسعد میہنی سے فقہ سیکھی۔ ھبۃ اللہ بن محمد بن الحصین، ابوغالب محمد بن ابوالحسن الماوردی وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا۔ (۹۱) پھر آپ نے شیخ ابوالنجیب سہروردی کی مصاحبت اختیار کر لی اور عبادت و ریاضت، صوم و صلوٰۃ میں مستغرق ہو گئے۔ لوگ آپ سے تبرک حاصل کرنے کے لیے آپ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ بروز اتوار ۱۳ ربیع الثانی ۵۸۱ھ کو آپ نے وفات پائی۔ (۹۲)

۵۳۔ ابوالمظفر محمد بن علوان بن مہاجر موصلی: محمد بن علوان بن مہاجر بن علی بن مہاجر ابوالمظفر ابن ابی الشرف، الفقیہ الشافعی، ۵۴۴ھ میں آپ موصل میں پیدا ہوئے۔ ۵۶۰ھ میں آپ بغداد آئے اور نظامیہ میں علی بن یوسف دمشقی سے مذہب و خلاف کی تعلیم حاصل کی۔ معید کے منصب پر پہنچے۔ پھر آپ موصل لوٹ گئے اور وہاں کی مسجد میں درس دینے لگے۔ موصل میں آپ نے متعدد مدارس میں پڑھایا۔ آپ کے والد نے آپ کے لیے گھر کے قریب مدرسہ بنوایا۔ آپ اہل ثروت و نعمت و عدالت و ریاست تھے۔ بہت زیادہ عبادت کرنے والے اور صاحب فضل تھے۔

آپ ایک بار حج کے ارادے کے لیے نکلے تو بغداد آئے اور پھر وہاں سے حج کے لیے تشریف لے گئے۔ ایک سال تک مکہ مکرمہ میں قیام کیا پھر واپس بغداد آئے اور وہیں تاحیات قیام کیا۔ آپ اعلیٰ فضیلت، دینداری اور حسن کارکردگی سے متصف تھے۔ آپ میں مروت بدرجہ کمال تھی اور طالبان علم کے متلاشی رہتے تھے۔ آپ کے اشعار ہیں:

کلما قلت للحبیب حبیبی
حل فجسمی من البعاد سقیم
قال مبھجا فاین اذا قوم
لک لی الت فی الفواد مقیم

"میں نے اپنے محبوب سے جب بھی یہ کہا کہ ملو، اس لیے کہ میرا جسم دوری کی وجہ سے بیمار ہے تو اس نے میری اس عرض کو ناپسند کرتے ہوئے کہا کہ کہاں ہیں وہ لوگ؟ جن کے بارے میں تم کہتے ہو کہ تم میرے

دل میں بستے ہو۔"

۶۱۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۹۳)

۵۴۔ابوالمظفر محمد بن محمد الدوی: محمد بن محمد بن محمد ابوالمظفر الدوی، آپ نے محمد بن یحییٰ تلمیذ امام غزالی سے فقہ سیکھی اور مناظرہ کیا۔بغداد میں وعظ بھی کیا۔رمضان ۵۶۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۹۴)

۵۵۔ابوالمظفر منصور بن عبداللہ السمعانی: منصور بن عبداللہ بن عبدالجبار بن احمد بن محمد، ابوالمظفر السمعانی، آپ مرو کے باشندے تھے۔آپ نے پہلے فقہ حنفی اپنے والد سے سیکھی، پھر امام شافعی کا مذہب اختیار کرلیا اور ابواسحاق شیرازی اور ابن الصباغ سے علم حاصل کیا۔(۹۵) آپ کو فنون کثیرہ میں کمال حاصل تھا۔آپ نے تفسیر لکھی اور حدیث کے بارے میں "کتاب الانتصار" اور فقہ کے متعلق "البرھان والقواطع" اور "الاصطلام" وغیرہ تصنیف کیں۔نیشاپور میں وعظ بھی کیا۔ربیع الاول ۴۸۹ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور مرو کے قبرستان میں دفن ہوئے۔(۹۶)

۵۶۔ابوالمکارم الھد یجی عرفۃ بن علی بن الحسین معروف بہ ابن بصلا: ابوالمکارم الھدیجی عرفۃ بن علی بن الحسین بن حمدویہ المعروف بابن بصلا البغلی، (۹۷) آپ نے حصول علم کے لیے نظامیہ بغداد میں قیام کیا اور فقہ سیکھی۔ابوالفضل الارموی اور عبدالصبور الھروی سے آپ نے سماع حدیث کیا۔شیخ ابوالنجیب سہروردی کی مصاحبت اختیار کی۔۶۰۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۹۸)

۵۷۔ابوالنجم محمد بن القاسم بن ھبۃ اللہ التکریتی: ابوالنجم محمد بن القاسم بن ھبۃ اللہ التکریتی، الفقیہ الشافعی، آپ نے مدرسہ نظامیہ بغداد ابوالقاسم بن فضلان سے فقہ سیکھی۔پھر نظامیہ بغداد میں دہرائی کی اور ایک مدرسہ میں درس دیا۔آپ ہر روز تیس درس دیتے تھے۔آپ کا کام صرف پڑھانا اور دن رات قرآن کریم کی تلاوت کرنا تھا۔آپ بہت سے علوم کے ماہر تھے۔مذہب اور خلافیات میں قابل اعتماد تھے۔قاضی القضاۃ ابوالقاسم عبداللہ بن الحسین الدامغانی آپ سے ناراض ہوگیا تو آپ کو تکریت کی طرف نکال دیا گیا۔آپ نے وہیں اقامت اختیار کرلی۔کچھ عرصے بعد آپ کو بغداد بلالیا گیا۔قاضی القضاۃ نصر بن عبدالرزاق نے نظامیہ میں دوبارہ آپ کو دہرائی پر مقرر کردیا۔آپ پھر اشتغال علم اور فتوے میں مصروف ہوگئے۔۶۲۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۹۹)

۵۸۔ابوالنجیب عبدالرحمٰن بن احمد بن المفرج التکریتی: ابوالنجیب عبدالرحمٰن بن احمد بن المفرج التکریتی، آپ نے نظامیہ بغداد میں تعلیم حاصل کی۔۶۰۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۱۰۰)

۵۹۔ابوالعمان بشیر بن حامد الجعفری التبریزی: ابوالعمان بشیر بن حامد الجعفری التبریزی، آپ نے نظامیہ بغداد میں تعلیم حاصل کی۔آپ نے معید کے فرائض بھی انجام دیے۔۶۳۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۱۰۱)

۶۰۔ابوبکر بن العربی: ابوبکر بن العربی، المالکی، شارح ترمذی، آپ فقیہ، عالم، زاہد اور عابد تھے۔آپ نے فقہ میں اشتغال کے بعد حدیث کا سماع کیا۔امام غزالی کی صحبت اختیار کی اور آپ سے علم حاصل کیا۔۵۴۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۱۰۲)

۶۱۔ابوبکر محمد بن ابی عثمان موسیٰ بن عثمان بن حازم: ابوبکر محمد بن ابی عثمان موسیٰ بن عثمان بن حازم، الحازمی (۱۰۳)،

الہمدانی، الملقب بہ زین الدین، آپ کی ولادت ۵۴۸ھ یا ۵۴۹ھ میں ہوئی۔آپ نے قرآن کریم کو حفظ کیا اور ہمدان میں ابوالوقت عبدالاول بن عیسیٰ السجزی کے پاس آئے، اور وہاں ابومنصور شہردار بن شیرویہ دیلمی، ابوزرعہ طاہر بن محمد المقدسی اور ابوالعلاء الحسن بن احمد الحافظ اور کثیر جماعت سے سماع کیا اور شیخ جمال الدین واثق بن فضلان وغیرہ سے بغداد میں فقہ سیکھی، اور بغداد میں ہی عبدالخالق بن احمد بن یوسف کے دو بیٹوں ابوالحسین عبدالحق اور ابونصر عبدالرحیم، اور ابوالفتح عبیداللہ بن عبداللہ شاتیل وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا۔(۱۰۴)

حدیث کی تلاش کے لیے عراق کے متعدد شہروں کے علاوہ شام، موصل، بلاد فارس، اصبہان، ہمدان اور آذربائیجان کے بہت سے شہروں کی طرف سفر کیا اور اس میں کمال حاصل کیا اور اسی سے مشہور ہوئے، اور اس کے متعلق، اور دیگر علوم کے متعلق مفید کتابیں تصنیف کیں۔جن میں سے "الناسخ والمنسوخ" حدیث کے متعلق ہے، اور "الفیصل" "مشتبہ النسب" کے متعلق ہے، "العجالۃ" نسب کے متعلق ہے، "ما اتفق وافترق مسماۃ" ان جگہوں اور شہروں کے متعلق ہے جو تحریر میں متشابہ ہیں، "سلسلۃ الذھب" ان روایات کے بارے میں ہے جو امام احمد بن حنبل نے امام شافعی سے روایت کی ہیں اور "شروط الائمۃ" وغیرہ مفید کتابیں بھی ہیں۔آپ نے بغداد کو وطن بنالیا اور مشرقی جانب میں رہائش اختیار کرلی۔آپ ہمیشہ اشتغال کرتے رہے اور بھلائی کے کاموں سے وابستہ رہے یہاں تک کہ موت نے آپ کی جوانی کی تروتازہ شاخ کو قطع کردیا۔

۲۸ جمادی الاولیٰ ۵۸۴ھ کو سوموار کی رات بغداد میں آپ کا انتقال ہوا۔آپ کو قبرستان شونیزیہ میں، سمنون بن حمزہ کے پہلو میں حضرت جنیدؒ کی قبر کے سامنے دفن کیا گیا۔(۱۰۵)

۶۲۔ابوبکر محمد بن احمد بن الحسین المستظہری: ابوبکر محمد بن احمد بن الحسین بن عمر الشاشی الاصل الفارقی المولد المعروف بالمستظہری، الملقب فخر الاسلام، الفقیہ الشاشی، آپ کی ولادت محرم ۴۲۹ھ میں میافارقین میں ہوئی۔آپ اپنے وقت کے فقیہ تھے۔آپ نے سب سے پہلے میافارقین میں ابوعبداللہ محمد بن بیان الکازرونی، ابومحمد الجوینی کے دوست قاضی ابومنصور طوسی سے فقہ سیکھی۔پھر بغداد کی طرف سفر کیا اور شیخ ابواسحاق شیرازی کے ساتھ رہے۔فقہ کی کتاب "الشامل" کو اس کے مصنف ابونصر ابن صباغ کو سنائی اور شیخ ابواسحاق شیرازی کے ساتھ نیشاپور آئے اور امام الحرمین کے سامنے ایک مسئلے کے متعلق گفتگو کی، اور اس میں کمال کیا اور بغداد واپس آگئے۔

آپ نظامیہ بغداد کے فارغ التحصیل اور اپنے استاد ابواسحاق شیرازی کے درس کے معید تھے۔۵۰۴ھ میں الکیا الھراسی کی وفات کے بعد نظامیہ بغداد میں مدرس کے منصب پر فائز ہوئے۔(۱۰۶) ۱۵ شوال ۵۰۷ھ کو ہفتے کے روز آپ کا انتقال ہوا۔آپ کو آپ کے شیخ ابواسحاق شیرازی کے ساتھ باب ابرز کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔(۱۰۷)

۶۳۔ابوبکر محمد بن القاسم الشہرزوری: ابوبکر محمد بن القاسم الشہرزوری، معروف بہ قاضی الخافقین (۱۰۸)، آپ نے ابواسحاق شیرازی سے علم حاصل کیا۔عراق، خراسان اور جبال کی طرف سفر کیا اور حدیث کا بہت سماع کیا۔آپ کی ولادت ۴۵۳ھ یا ۴۵۴ھ میں اربل میں ہوئی اور وفات جمادی الثانی ۵۳۸ھ میں بغداد میں ہوئی۔(۱۰۹)